دُعا بعد از نمازِ جنازہ
فیضانِ کرم
مُحدثِ کبیر مناظرِ اسلام
حضرت علامہ مولانا
محمد عباس رضوی
از قلم
ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی
قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی
مکتبۃ المدینۃ المنورۃ لاہور

دعا

بعد از نمازِ جنازہ

از قلم

ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
0300-6522335

فہرست

فهرست

ہماری دیگر کتب

آپ ﷺ زندہ ہیں واللہ

كشف الرين في مسئلة رفع اليدين

دلائل میلاد النبی ﷺ

صلاة التسبيح

ہاتھ پاؤں کا بوسہ شرک و حرام یا سنت صحابہ؟

اقامت کے وقت کب کھڑے ہوں؟

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کی کیفیت

نماز میں ہاتھ کیسے باند ہیں؟

نماز کے بعد دعا کی اہمیت

نورانیت مصطفے ﷺ

حقیقت وسیلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد!

بعض ناعاقبت اندیش قسم کے لوگ مسلمانوں کونماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد دعا مانگنے سے منع کرتے ہیں۔اوراس عمل کوناجائز وبدعت سیئہ جیسے مکروہ اورنازیباالفاظ سے موسوم کر کے عوام الناس کوگمراہ کرتے اوراللہ وحدہ لاشریک سے مانگنے سے بھی منع کرتے ہیں شاید ان لوگوں کاخدائے لم یزل کی وسیع رحمت پرایمان نہیں یایہ لوگ اس کی رحمت سے ناامید اوراس کی رحمت ومغفرت کومحدود سمجھتے ہیں۔کہ اس مجیب الدعوات سے مانگنے کوبھی منع کرتے ہیں۔

اوریہی وہ لوگ ہیں جن کی تقاریرکواگرسناجائےتوہروقت یہی راگ الاپتے نظرآتے ہیں۔ کہ صرف اللہ سے ہی مانگواورکسی سے مانگاتوشرک ہوجائیگااورپھراس مسئلہ میں اللہ تعالی سے مانگنےوالوں کومنع بھی کرتے ہیں۔

حالانکہ دعامانگنے سے اللہ تعالی اوراس کے رسول ﷺ نے منع نہیں فرمایابلکہ اس وحدہ لاشریک کاتواعلان عام ہے جولاریب کتاب میں موجود ہے۔

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ.﴾

(پ۲۴ سورۃ المومن آیت نمبر ۶۰)

اورتمھارے رب نے فرمایامجھ سے دعاکرو میں قبول کروں گا۔بے شک وہ جومیری عبادت سے اونچے کھنچتے ہیں عنقریب جھنم میں جائیگے ذلیل ہوکر۔

اورارشاد باری تعالی ہے کہ ﴿واذا سألک عبادي عني، فاني قريب، أجيب دعوة الداع اذا دعان الخ ﴾ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۶)اوراے محبوب ﷺ جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے۔

قرآن مجید اس آیت کریمہ سے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب بھی چاہو مجھ سے دعا کرو جب اللہ تعالی کا حکم موجود ہے کہ جب چاہیں دعا کریں تو پھر نماز جنازہ کے بعد کی دعا کو بدعت یا ناجائز ثابت کرنے کے لیے تو دلیل درکار ہے لیکن ان کے پاس زبانی دعوؤں کے علاوہ اس کو ناجائز ثابت کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے اور ساتھ ہی میں نے ایک حدیث مبارکہ بھی ان کو دکھائی تو حافظ صاحب تو مطمئن ہو کر چلے گئے۔

لیکن ان کے ساتھ جنازہ میں ان کے چند دوست بھی موجود تھے تو جب ان کی ان کے ساتھ ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان کو مسئلہ کی اصل حقیقت سے آگاہ کرنے کی کوشش کی تو ان میں ایک غیر مقلد بھی تھا اس نے اس کو ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ آپ اپنے آدمی یعنی جن سے آپ نے یہ مسئلہ پوچھا ہے ان کو ساتھ لے لیں اور سلفی صاحب کے پاس جا کر اس پر بات کریں گے میں سلفی صاحب سے وقت متعین کر لیتا ہوں تو حافظ صاحب نے اس کی اس بات کو قبول کر لیا اور کہا کہ آپ وقت طے کر لیں ہم تمھارے ساتھ جانے کو تیار ہیں اور آ کر مجھے اس بات سے آگاہ کیا تو میں نے کہا کہ ٹھیک ہے جو بھی وقت طے پائے گا ہم انشاء اللہ العزیز اس وقت پر ان کے پاس بھی جانے کو تیار ہیں۔

تو دوسرے دن معلوم ہوا کہ اتوار کے دن ان کی ظہر کی نماز کے بعد کا وقت طے ہوا ہے تو

اس آیت کریمہ میں اللہ وحدہ لاشریک نے دعا مانگنے کا عام حکم دیا ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر رہتا ہے۔ جب تک کسی بات یا چیز کو اس سے مستثنیٰ قرار نہ دیا جائے اور اس آیت مبارکہ میں عام دعا کرنے کا حکم ربانی موجود ہے اور اس میں بعد از نماز جنازہ دعا بھی آتی ہے اگر یہ دعا اس سے خارج ہے تو اس کی دلیل مطلوب ہے ورنہ بعد از نماز جنازہ دعا بھی اس حکم خداوندی میں داخل ہے اس کو اس سے خارج نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی اس کو اس سے خارج قرار دیتا ہے تو اس کے ذمہ دلیل ہے کہ وہ اس کی دلیل پیش کرے لیکن کوئی بھی یہ دلیل پیش نہیں کر سکتا۔

اور آگے اسی آیت مبارکہ میں عبادت سے تکبر کی وجہ سے سرتابی کرنے والوں کی سزا کو بیان فرمایا اور اس آیت مبارکہ کے سیاق وسباق سے یہ بات بھی واضح ہے کہ جس چیز کو یہاں عبادت کہا گیا ہے وہ دعا ہے

دعا بھی عبادت ہے

جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے بھی دعا کو عبادت قرار دیا ہے۔

عَنِ النُّعمَانِ بنِ بَشِیرٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ ...... قَالَ الدُّعَاءُ هُوَ العِبَادَةُ وَقَرَأَ: قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُونِی أَستَجِبْ لَکُم. ۞ .... ۞

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا دعا ہی عبادت ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ،، وقال ربکم ادعونی۔۔۔ آخر تک تلاوت فرمائی

تخریج حدیث

(اخرجه الترمذی فی الجامع جلد ۲ صفحه۱۷۳ برقم ۲۹۷۵ ،وبرقم ۳۲۶۰ وبرقم ۳۳۸۱ ، فی الدعوات ،وقال هذا حدیث حسن صحیح ،وابو داؤد فی السنن صفحه۲۳۲ برقم ۱۴۷۹ ، و ابن ماجة فی السنن صفحه ۲۸۰ برقم ۳۸۲۸ ،والنسائی فی السنن الکبری جلد ٦ صفحه ۴۵۰ برقم ۱۱۴٦۴ ، والبخاری فی الادب المفرد صفحه ۹۷ برقم ۷۳۵ ، واحمد فی مسنده جلد ۴ صفحه۲٦۷ وصفحه ۲۷۱ ، صفحه ۲۷٦ ،والطیالسی فی مسنده صفحه ۱۰۸ برقم ۸۰۱ ، و القضاعی فی مسند الشهاب جلد ۱ صفحه ۵۱ برقم ۲۹ ،والحاکم فی المستدرک جلد ۱ صفحه ۴۹۱ وقال هذا حدیث صحیح الاسناد ،وابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۷ صفحه۲۳ باب فی فضل الدعاء ،والبغوی فی شرح السنة جلد ۵ صفحه۱۸۴ برقم ۱۳۸۴ ، وابن حبان فی الصحیح کما فی الموارد الظمان صفحه ۵۹۵ برقم۲۳۹٦ ،والطبرانی فی المعجم الصغیر جلد ۲ صفحه ۳٦۸ برقم ۱۰۱۵ ، والبزار فی مسنده جلد ۸ صفحه ۲۰۵ برقم ۳۲۴۳ ، والبیهقی فی الشعب الایمان جلد ۲ صفحه ۳۷ برقم ۱۱۰۵ ،والدیلمی فی فردوس الاخبار جلد ۲ صفحه ۲۲۴ برقم ۳۰۸۸ ، وابو نعیم فی الحلیة الاولیاء جلد ۸ صفحه ۱۲۰ ،وابن مبارک فی الذهد صفحه۴۵۹ برقم ۱۲۹۸ ، و فی الباب عن البراء . تاریخ بغداد جلد ۱۲ صفحه ۲۷۹)

پس اس آیت مقدسہ کا مفہوم یہ ہوا کہ جولوگ دعا سے تکبر کرتے ہیں جہنم میں جائینگے۔ پس اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو دعا کریں گے میں ان کی دعا قبول کروں گا۔ اور جو تکبر کی وجہ سے دعا نہیں کریں گے ان کو جہنم میں ذلیل کر کے داخل کروں گا۔

تو اس آیت مبارکہ پر غور وفکر کرتے ہوئے ان لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ جنازہ کی نماز کے بعد کی جانے والی دعا آیا دعا ہے یا کہ نہیں اگر دعا ہے جو کہ یقیناً دعا ہی ہے تو اس کو وہ کس دلیل کے تحت ناجائز و بدعت سیئہ کہتے ہیں کیونکہ جیسا کہ پیچھے ہم نے ذکر کیا کہ اللہ تعالی نے تو مطلقاً دعا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور، ،اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِهٖ،،

تو قرآن مجید واحادیث نبوی ﷺ کا مطلق حکم ہمیشہ اپنے عموم پر رہتا ہے اور اس کو اپنی طرف سے خاص نہیں کیا جا سکتا تو یہاں بھی مطلقاً دعا مانگنے کا حکم ہے تو بعد از نماز جنازہ دعا کرنا کس دلیل سے ناجائز وحرام قرار دیا جا سکتا ہے۔

جبکہ قرآن واحادیث میں کہیں بھی اس کی نفی وارد نہیں ہے۔

اس وحدہ لاشریک کی ذات تو وہ ذات ہے کہ جس سے جتنا مانگو وہ عطا کرنے پر قادر ہے۔ اس کی رحمت، مغفرت وعطا بہت وسیع ہے جتنی چاہو اس سے دعائیں کرو، وہ عطا کرنے پر قادر ہے کوئی وقت اور کوئی چیز اس کو عطاء کرنے سے روک نہیں سکتی۔

تین میں سے ایک ضرور ملتی ہے

جیسا کہ نبی اکرم نور مجسم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَدْعُوْ بِدَعْوَۃٍ لَیْسَ فِیْھَا اِثْمٌ وَلَا قَطِیْعَۃُ رَحِمٍ اِلَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ بِھَا اِحْدٰی ثَلَاثٍ: اِمَّا اَنْ تُعَجَّلَ لَہٗ دَعْوَتُہٗ وَاِمَّا اَنْ یَدَّخِرَھَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ وَاِمَّا اَنْ یَصْرِفَ عَنْہُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَھَا قَالُوْا اِذًا نُکْثِرُ؟ قَالَ اللّٰہُ اَکْثَرُ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ بے شک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کہ جو کوئی مسلمان ایسی دعا کرتا ہے۔ جس میں گناہ اور حق قرابت کا انقطاع نہ ہو، تو اللہ تعالی تین چیزوں میں سے ایک چیز اس کو ضرور عطا کرتا ہے (۱) اس کی دعا جلد پوری کر دیتا ہے (۲) یا آخرت کیلیے اس کو جمع رکھتا ہے (۳) یا اس سے دعا کے برابر

کوئی برائی دور کر دیتا ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا (یارسول اللہ ﷺ) اگر ہم بہت سی دعائیں مانگیں (تو آپ ﷺ نے) فرمایا کہ اللہ تعالی کے پاس بہت کچھ ہے۔

تخریج حدیث

(اخرجہ احمد فی مسندہ جلد ۳ صفحہ ۱۸ برقم ۱۱۱۵۰ ،وابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۷ صفحہ ۲۴ . والبخاری فی الادب المفرد صفحہ ۱۹٦ برقم ۷۳۱ ، و الحاکم فی المستدرک جلد ۱ صفحہ ۴۹۳ وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد غیر علی بن علی ،والھیثمی فی المجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۸ وقال رجالہ رجال الصحیح غیر علی بن علی الرفاعی وھو ثقة ،وابن عبد البر فی التمھید جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۷ ،والمنذری فی الترغیب والترھیب جلد ۲ صفحہ ۴۷۸)

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ انسان کی کی جانے والے دعا میں اگر کوئی بات گناہ اور حق قرابت کے انقطاع کی نہ ہو تو وہ جب بھی دعا کرتا ہے۔اس کو تین چیزوں میں سے ایک نہ ایک ضرور عطا کی جاتی ہے، یا تو اس کی دعا جلد قبول کر لی جاتی ہے، یا اس کے لیے جمع کر دی جاتی ہے، یا اس کے برابر کوئی برائی معاف کر دی جاتی ہے یہ تینوں امر انسان کی بھلائی کے ہیں، ان میں سے جو بھی عطا کیا جائے اسی میں بھلائی ہے۔ یعنی کہ اگر اس کی دعا کو جلد قبول کیا جائے تو وہ اپنے اس بھائی جو کہ فوت ہو چکا ہے اس کی مغفرت کی دعا کر رہا ہے تو اس کی اس دعا سے اللہ تعالی اس کی بخشش اور مغفرت فرمادے

یہ کتنی بھلائی کی بات ہے۔

شاید وہ لوگ جو کہ دعا بعد از نماز جنازہ سے منع کرتے ہیں وہ اپنے متوسلین یا جن کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جاتے ہیں ان کی بخشش اور مغفرت کے خواہاں نہیں کہ اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے اسی لئے وہ دعا خود بھی نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں۔

اور اگر اس وقت اس کی دعا کی قبولیت کا وقت نہیں ہے تو بھی اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے کہ وہ دعا اس دعا کرنے والے کے لیے آخرت کے لیے رکھ دی جائے تو مطلب یہ ہی ہے کہ اس کو اس دعا کرنے کی نیکی عطا کی جائے گی تو بھی اس میں اس دعا کرنے والے کی بھلائی ہے کہ آخرت جہاں ایک ایک نیکی کی ضرورت انسان محسوس کرے گا۔ تو وہاں اس دعا جو کہ اس نے اپنے بھائی کی بخشش و مغفرت کے لیے کی تھی اس کی وجہ سے اس کو نیکی مل جائے یہ بھی بھلائی ہی ہے۔

کیا وہ لوگ جو دعا کرنے سے روکتے ہیں اور خود بھی نہیں کرتے ان کو نیکیوں کی ضرورت نہیں کہ قیامت کے دن ان کے پاس نیکیاں موجود ہوں؟

اور اگر اس کی اس دعا کے بدلے میں اس کی اس دعا کے برابر اس سے کوئی برائی دور کی جائے تو بھی اس میں فائدہ ہی ہے۔

شاید وہ لوگ جو کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے سے منع کرتے ہیں وہ یہ نہیں چاہتے کہ ان کی برائیاں کم ہوں اور وہ برائیوں میں ہی مستغرق رہنا چاہتے ہیں اسی لیے اللہ تعالی سے دعا کرنے کو منع کرتے ہیں۔

اب ان لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ آیا ان کو بھلائی کی کوئی ضرورت نہیں اور شاید یہی بات ہے

کہ وہ لوگ بھلائی کے خواہاں نہیں کہ اس خالق کائنات سے بھی دعا کرنے کو ناجائز کہتے ہیں اور دوسری بات یہ کہ نماز جنازہ کے بعد کی جانے والی دعا میں کوئی گناہ بھی قرآن واحادیث میں وارد نہیں اور اس میں حق قرابت کے انقطاع کا بھی کوئی عنصر نظر نہیں آتا بلکہ اس وقت جتنے بھی مسلمان موجود ہوتے ہیں وہ اس میت کے ساتھ ہمدردی کے لیے حاضر ہوتے ہیں کہ اس کی مغفرت کے لیے بارگاہ لم یزل میں التجا کی جائے اور اس کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں۔ کہ اے ارحم الراحمین اپنے اس بندہ پر رحم فرما اور اس کی مغفرت فرما۔ اور اس کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں جو ہر وقت پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہے۔

جب چاہو دعا کرو

وَاِذَا سَئَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَالدَّاعِ اِذَادَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَالْیُؤْمِنُوْابِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ.

(پ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۶)

اور اے میرے محبوب ﷺ جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں قریب ہوں دعا قبول کرتا ہوں، پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔

اس آیت سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بغیر پابندی وقت کے جب بھی دعا کی جائے تو اللہ رب العالمین سنتا ہے اور اس سے جب چاہو دعا مانگو جائز ہے۔

دعا مانگنے میں (کمی) کنجوسی نہ کرو

جیسا کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لا تَعْجِزُوْا عَنِ الدُّعَاءِ فَاِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ عَلَیَّ ﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ :فَقَالَ رَجُلٌ :یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَبَّنَا یُسْمِعُ الدُّعَاءَ ؟اَمْ کَیْفَ ذٰلِکَ ؟ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ الآیة.

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں کمی مت کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر آیت نازل کی ہے۔ مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ تو ایک آدمی نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نہیں جانتے کہ کس وقت دعا کریں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ واذا سألک عبادی .... الخ

(اخرجه الحاکم کما فی کنز العمال جلد ۲ صفحه ۶۲ ۱برقم ۳۸۸۳)

,, کنز العمال کے ذیل میں اس کی تحقیق کرنے والے لکھتے ہیں ،، (۱)

رواه الترمذی برقم ۳۳۶۰ کتاب الدعوات وتحفة الاحوذی جلد ۹ صفحه ۳۱۲ وقال الترمذی حدیث حسن صحیح، واخرجه احمد وابو داؤد والنسائی وابن ماجه وابن حبان والحاکم وقال صحیح الاسناد وابن ابی شیبة:

پس اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب بھی دعا کی جائے جائز ہے اور یوں تو اللہ تعالیٰ ہر وقت دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے مگر وہ دعا جو نماز پڑھنے کے بعد

---

(۱) لیکن مجھے یہ سوائے کنز العمال اور تفسیر مظہری کے کہیں نہیں ملی ،میرے خیال میں یہاں کنز العمال کے محققین سے غلطی ہوئی ہے۔ کہ انہوں نے اس کے ذیل میں جو حوالے نقل کیے ہیں ،وہ سابقہ حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی ہے نہ کہ یہ روایت جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اور صاحب تفسیر مظہری نے اس کو ابن عساکر کی طرف منسوب کیا ہے جلد ۱ صفحہ ۱۸۲۔)

کی جائے اس کی قبولیت کا زیادہ احتمال ہوتا ہے کیونکہ نماز کے بعد دعا مانگنے کا خود اللہ تعالی نے حکم دیا ہے۔ جیسا کہ اس وحدہ لاشریک کا فرمان اقدس ہے۔

۵ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَرْغَبْ ۞ (سورۃ الم نشرح آیت ۷.۸) — تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔

سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں آئمہ کے کیا اقوال ہیں تا کہ اس کا معنی سمجھنے میں آسانی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، م ۶۸ھ

وَیُقَالُ اِذَا فَرَغْتَ مِنَ الصَّلَاۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ فَانْصَبْ فِی الدُّعَاءِ. — اور کہا گیا ہے کہ جب تم اپنی فرض نماز سے فارغ ہو جاؤ، تو دعا میں مشغول ہو جاؤ۔

(تنویر المقیاس علی در منثور جلد ۶ صفحہ ۳۲۱)

امام ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں، م ۱۰۵ھ

فَاِذَا فَرَغْتَ قَالَ .مِنَ الصَّلَاۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ فِی الْمَسْاَلَۃِ وَالدُّعَاءِ: وَقَالَ اَیْضًا ،فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الصَّلَاۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ فَانْصَبْ اِلٰی رَبِّکَ فِی الدُّعَاءِ وَارْغَبْ فِی الْمَسْاَلَۃِ یُعْطِیْکَ . — پس جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ۔ تو اللہ تعالی کی طرف سوال اور دعا کے لیے رجوع کرو۔ اور اسی طرح فرمایا پس جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے رب سے دعا کے لیے کھڑے رہو اور اسی کی طرف سوال کے لیے رجوع کرو وہ تم کو عطا فرمائے گا۔

(تفسیر ضحاک جلد ۲ صفحہ ۹۷۷ برقم ۲۹۷۱. ۲۹۷۱: دار السلام قاهرہ)

امام ابوزکریا یحی بن زیاد الفراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں، م ۲۰۷ھ

فاذا فَرَغْتَ فانْصَبْ. اِذَافرغتَ منْ صلاتِک فانْصَبُ الی رَبّک فِی الدُّعَاءِ وَارْغَبْ.

جب تم اپنی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کے لیے کھڑے رہو اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔

(تفسیر معانی القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۰۷ :دار السرور)

امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، م ۲۱۱ھ

عن معمر عن قتادة فی قوله تعالی ﴿فَاذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ قال اذافرغت من صلاتک فانصب فی الدعاء.

اللہ تعالی کے قول ﴿فاذا فرغت فانصب﴾ کے تحت حضرت قتادہ نے فرمایا کہ جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہوں تو دعا کیلیے کھڑے رہیں۔

(تفسیر عبد الرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۳۹ برقم ۳۶۴۵ :دار الکتب العلمیة)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، م ۳۱۰ھ

حدثنی علی قال ثنا ابو صالح قال حدثنی معاویة عن علی عن ابن عباس فی قوله ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ یقول فی الدعآء.

۔۔۔۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالی کے فرمان،، فاذا فرغت فانصب،، کی تفسیر میں مروی ہے کہ جب تم (نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کے لیے اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن جلد ۱۲ جز ۳۰ صفحہ ۱۵۱ :مکۃ المکرمۃ)

نمبر (۲)

حد ثنی محمد بن سعد قال ثنا ابی حد ثنی عمی قال ثنا ابی عن ابیه عن ابن عباس ﴿ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴾ یقول فرغت مما فرض علیک من الصلاۃ فسئل اللہ وارغب الیہ وانصب لہ .

---حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ، جو اللہ تعالی نے تم پر فرض کی ہے، تو اللہ سے سوال کرو اور اسی کی طرف رغبت کرو اور اسی کے لیے کھڑے رہو۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن جلد ۱۲ جز ۳۰ صفحہ ۱۵۱)

نمبر (۳)

حدثنا بشر قال ثنا یزید قال ثنا سعید عن قتادۃ قولہ ﴿ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَرْغَبْ ﴾ .قال امرہ اذا فرغ من صلاتہ ان یبالغ فی دعائہ.

(جامع البیان فی تفسیر القرآن جلد ۱۲ جز ۳۰ صفحہ ۱۵۲)

-----حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالی کے فرمان اقدس ﴿ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَرْغَبْ ﴾ کی تفسیر میں مروی ہے فرمایا، کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا، کہ جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہو جائیں تو اپنی دعا میں مبالغہ کریں۔

نمبر ۴

حدثنا ابن عبد الاعلی قال ابو ثور عن معمر عن قتادۃ فی قولہ فاذا فرغت

-----حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم اپنی نماز سے فارغ ہو جاؤ

من صلاتک فانصب فی الدعاء. تو دعا میں محنت کرو۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن جلد ۱۲ جز ۳۰ صفحہ ۱۵۲)

ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں م ۴۵۰ھ

﴿فَاِذَافَرَغتَ فَانصَبُ﴾ فیہ اربعة تاویلات احدھا: فاذافرغت من الفرائض فانصب من قیام اللیل قالہ ابن مسعود الثانی فاذافرغت من صلاتک فانصب فی دعائک قالہ الضحاک .. ﴿وَاِلٰی رَبِّکَ فَرُغَبُ﴾ فیہ ثلاثة اوجه، احدھا: فارغب الیہ فی دعائک قالہ ابن مسعود.......

(النکت والعیون تفسیر الماوردی جلد ۶ صفحہ ۲۹۸۔۲۹۹: دار الکتب العلمیة)

﴿فاذافرغت فانصب﴾ اس میں چار تاویلات ہیں ان میں سے پہلی: جب تم فرائض سے فارغ ہوجاؤ تورات کے قیام کے لیے کھڑے ہوجاؤ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، دوسری جب تم اپنی نماز سے فارغ ہوجاؤ تو اپنی دعا کرنے کیلیے کھڑے ہوجاؤ یہ امام ضحاک نے کہا۔ ۔۔(والی ربک فارغب) اس میں تین وجہ ہیں۔ پہلی تو اپنی دعا میں رغبت کرو یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ابوقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، م ۴۶۵ھ

فاذا فرغت من الصلاة المفروضة علیک فانصب فی الدعاء .

یعنی جب تم نماز جو تم پر فرض کی گئی ہے سے فارغ ہوجاؤ تو دعا میں محنت کرو۔

(تفسیر القشیری المسمی لطائف الاشارات جلد ۳ صفحہ ۴۳۳، دار الکتب العلمیة)

عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف ابی زید الثعالبی المالکی فرماتے ہیں،

عن ابن مسعود وعن مجاهد .فاذا فرغت من العبادة فانصب فى الدعاء

حضرت ابن مسعود اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب تم عبادت سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں محنت کرو۔

اور اس کے محقق نے اس کے ذیل میں اس کی تخریج کرتے ہوئے لکھا ابن جریر جلد ۱۲ صفحہ ۸۲۶ برقم ۳۷۵۴۱ عن ابن عباس وذکرہ البغوی جلد صفحہ ۵۰۳ وابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۵۳۶)

حافظ عماد الدین ابی الفداء اسماعیل بن کثیر فرماتے ہیں

وقال ابن عباس (فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ)يعنى فى الدعاء.

(مختصر تفسير ابن كثير جلد ۳ صفحه ۶۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم (نماز) سے فارغ ہو جاؤ تو دعا مانگنے میں کوشش کرو۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

اخرج ابن حميد وابن جرير وابن المنذروابن ابى حاتم وابن مردويه عن طريق ابن عباس فى قوله﴿ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴾قال اذا فرغت من الصلاة فانصب فى الدعاء واسِال الله وارغب اليه.

۔۔۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا، کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ۔ تو خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگو اور اللہ کریم سے سوال کرو اور اس کی طرف راغب ہو جاؤ۔

(تفسير در منثور جلد ۶ صفحه ۳۶۵)

نمبر (۲)

واخرج ابن ابی الدنیا فی الذکر عن ابن مسعود رضی الله عنه فاذا فرغت من الصلاۃ فانصب الی الدعاء والی ربک فارغب فی المسئلة.

(تفسیر در منثور جلد ٦ صفحه ٣٦٥)

---حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب تم نماز سے فارغ ہوجاؤ تو خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگو اور اپنے رب کی طرف سوال کرنے کے لیے راغب ہوجاؤ۔

نمبر (۳)

واخرج عبد الرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن منذر عن قتادة فاذا فرغت فانصب قال اذا فرغت من صلاتک فانصب فی الدعاء.

(تفسیر در منثور جلد ٦ صفحه ٣٦٥ وقیام اللیل للمروزی صفحه ٣٠)

---حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ جب تم اپنی نماز سے فارغ ہوجاؤ تو خشوع خضوع کے ساتھ دعا مانگو۔

نمبر (۴)

واخرج عبد بن حمید وابن نصر من الضحاک فاذا فرغت قال من الصلاۃ المکتوبة والی ربک فارغب فی المسئلة والدعاء.

---حضرت ضحاک نے فرمایا کہ جب تم فرض نماز سے فارغ ہوجاؤ تو دعا اور سوال کے لیے اپنے رب کی طرف راغب ہوجاؤ

(تفسیر در منثور جلد صفحہ ۳۶۵ وقیام اللیل صفحہ ۳۰)

قارئین کرام! اس آیت اور صحابی رسول ﷺ حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور تابعین و آئمہ وغیرہ سے نقل کی گئی تفسیر سے دعا مانگنا ہر نماز کے بعد نہ صرف جائز بلکہ حکم ربانی سے ثابت ہوا اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی مذکورہ بالا روایات بظاہر موقوف ہیں۔ لیکن یہ حکماً مرفوع ہیں۔

کیونکہ یہ اصول ہے کہ صحابی کی تفسیر مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے،

تفسیر صحابی مرفوع کا حکم رکھتی ہے

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

۔ وتفسیر الصحابی عند هما مسند اور صحابی کی تفسیر امام بخاری و مسلم کے نزدیک مسند (مرفوع) ہوتی ہے۔

(حاکم فی المستدرک جلد ۱ صفحہ ۷۹ برقم ۷۳ وصفحہ ۲۱۱، لفظ له وجلد ۲ صفحہ ۲۸۵، وفی المعرفة علوم الحدیث صفحہ ۲۰، وضیاء الدین المقدسی فی الاحادیث المختارة جلد ۲ صفحہ ۱۶۳، وجزائری فی توجیه النظر الی اصول الاثر ونووی فی الارشاد طلاب الحقائق الی معرفة سنن خیر الخلائق جلد ۱ صفحہ ۱۶۴، والسیوطی فی التدریب الراوی جلد ۱ صفحہ ۱۹۲، وزکریا بن محمد الانصاری فی الفتح الباقی بشرح الفیة العراقی وابن الملقن فی المقنع فی علوم الحدیث جلد ۱ صفحہ ۱۲۷، وابن تیمیةفی المسودةفی اصول الفقة صفحہ ۲۶۹، وابن الصلاح فی مقدمه ابن الصلاح مع التنقید والایضاح صفحہ ۷۰، وسخاوی فی فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث جلد ۱ صفحہ ۱۲۳، والعراقی فی التبصرة والتذکرة جلد ۱ صفحہ ۱۳۶، وامیر یمانی فی توضیح الافکار جلد ۱ صفحہ ۲۸۱، وعبد الحي لکنوی فی ظفر الامانی شرح مختصر البرجانی صفحہ ۳۴۲، وذکره شیخنا علامه محمد عباس رضوی فی شرح

حیات الانبیاء للبیهقی صفحہ ۱۷ (۴)

پس معلوم ہوا کہ بے شک نماز فرض ہو، یا کوئی بھی اس سے فارغ ہونے کے بعد دعا کرنی جائز و مستحسن ہے اور نماز جنازہ بھی فرض نماز یعنی فرض کفایہ ہے تو دعا مانگنے کا یہ حکم نماز جنازہ کو بھی شامل ہے جو دعا بعد نماز جنازہ کا واضح اور روشن ثبوت ہے۔

اور اگر کوئی اس کو خارج سمجھتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس کے خروج کی دلیل پیش کرے۔

اور نبی اکرم ﷺ کا فرمان عالی شان بھی ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں۔

اِذَا فَرَغَ اَحَدُکُمْ مِنْ صَلَاتِہٖ فَلْیَدْعُ بِاَرْبَعٍ ثُمَّ لِیَدْعُ بِمَآشَاءَ...... الخ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نماز سے فارغ ہو تو دعا کرے (چار چیزوں کے لیے) پھر جو چاہے دعا کرے۔

(اخرجه البیهقی فی السنن الکبری جلد ۲ صفحہ ۱۵۴)

اس حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے کسی خاص نماز کے بعد دعا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ ہر قسم کی نماز کے بعد دعا کرنے کا عام حکم ارشاد فرمایا۔ تو جب یہ حکم ہر قسم کی نماز کو شامل ہے تو نماز جنازہ کے بعد بھی دعا کرنا اس حکم کی عمومیت میں داخل ہے اور بعد نماز جنازہ دعا کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل و تکمیل ہے اور دعا نہ کرنے والوں کو نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان میں غور کرنا چاہیے اور اگر کوئی بعد نماز جنازہ کی جانے والی دعا کو اس سے خارج قرار دیتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ قرآن مجید و احادیث سے اس کی دلیل پیش کرے جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی اکرم ﷺ نے نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے سے

منع فرمایا ہوا گر پورے ذخیرہ احادیث میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے۔جس میں یہ حکم آپ ﷺ نے دیا ہو کہ جنازہ کے علاوہ نماز کے بعد دعا کرو یا جنازہ کے بعد دعا نہ کرنا تو پھر اپنی طرف سے قید لگا کر لوگوں کو ایک عمل خیر سے روکنا گمراہی کے علاوہ اور کیا کہلا سکتا ہے۔

اور حدیث مبارک میں آتا ہے کہ بارگاہ مصطفوی ﷺ میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کون سی دعا افضل ہے۔تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رات کے آخری حصہ میں کی گئی اور فرض نماز کے بعد کی گئی دعا۔تو نماز جنازہ بھی فرض کفایہ ہے۔لہذا اس کے بعد کی جانے والی دعا کی قبولیت کا بھی بہت زیادہ امکان ہے۔

کیونکہ آقا کریم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے۔

عَنْ اَبِی اُمَامَةَ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ أَیُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ؟ قَالَ جَوْفُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ وَدُبُرُ الصَّلَوٰتِ الْمَکْتُوْبَاتِ.

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول ﷺ کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا رات کے پچھلے حصہ اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا۔

تخریج حدیث

(اخرجه الترمذی فی الجامع جلد ۲ صفحه۱۸۸ برقم ۳۵۰۸،والنسائی فی السنن الکبری جلد ۶ صفحه ۳۲ برقم ۹۹۳۶وفی عمل الیوم واللیلة صفحه ۱۸۶ .۱۸۷ اوذکره المنذری فی الترغیب والترهیب جلد ۲ صفحه ۳۲۱برقم ۲۵۵۰)

پس ثابت ہوا کہ فرض نماز کے بعد کی جانے والی دعا کی قبولیت کا زیادہ امکان ہوتا ہے اور نماز جنازہ بھی فرض یعنی فرض کفایہ ہے تو اس کے بعد کی جانے والی دعا کی قبولیت کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔لہذا نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔

اب ہم وہ احادیث و آثار نقل کرتے ہیں جن میں صراحتا نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت ہے۔

حدیث نمبر (۱)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ یَقُوْلُ اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ لو تو اس کے لیے خالص دعا کرو۔

تخریج حدیث

(اخرجه ابو دائود فی السنن جلد ۲ صفحه ۱۰۰ برقم ۳۱۹۹، وابن ماجه فی السنن صفحه ۱۰۹ برقم ۱۴۹۷، وابن حبان فی الصحیح جلد ۷ صفحه ۳۱ برقم ۳۰۷۶، ۳۰۷۷، والبیهقی فی السنن الکبری جلد ۴ صفحه ۴۰)

یہ حدیث باعتبار صحت کیسی ہے؟

بعض ناعاقبت اندیش اور ہٹ دھرم ضدی قسم کے لوگ عام طور پر جب کوئی حدیث مبارکہ ان کے مسلک کے خلاف پیش کی جائے۔تو وہ بغیر سوچے سمجھے اور بغیر علم کے اس کو ضعیف

قرار دے کر اپنے اعتبار سے بڑا معرکہ سمجھتے ہیں۔

اس لیے ہم یہاں ضروری سمجھتے ہیں کہ ساتھ ساتھ ان احادیث کی اسناد وصحت پر بھی کچھ آئمہ وعلماء کے فرمان بیان کر دیے جائیں تا کہ کوئی متعصب اور ہٹ دھرم ضدی، عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لیے بلا وجہ ان احادیث مبارکہ کو ضعیف اور موضوع کہہ کر غلط فہمی کا شکار نہ کرے پہلے ہم باعتبار سند ہر راوی کے بارے میں مختصر نقل کرتے ہیں۔

سند: حدثنا عبد العزیز بن یحي الحرنی حدثنی محمد یعنی ابن سلمة عن محمد بن اسحاق عن محمد بن ابراهیم عن ابی سلمة بن عبد الرحمن عن ابی هریرة قال۔۔۔۔۔۔الخ

راوی نمبر (۱) عبدالعزیز بن یحي

قال ابو حاتم: صدوق...وقال ابو عبیدة الاجری عن ابی داو دثقة...و ذکره ابن حبان فی الثقات وقال ابو احمد بن عدی لا باس بروایته....

امام ابوحاتم نے کہا سچے ہیں امام ابوعبید الاجری امام ابوداؤد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ثقہ ہے۔۔اور امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا اور ابواحمد بن عدی نے کہا کہ اس کی روایات میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(تهذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد ۱۱ صفحه ۵۴۰ . ۵۴۱ والجرح والتعدیل جلد ۵ صفحه ۳۹۹ وکتاب الثقات جلد ۸ صفحه ۳۹۷)

گو کہ اس پر بعض نے کلام کیا ہے قطع نظر اس کے کہ اس کلام کی حقیقت کیا ہے ان کا کلام یہاں نقصان دہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے متابع موجود ہیں۔

جیسا کہ ,, ابو عبید محمد بن عبید بن میمون المدینی عند ابن ماجه فی السنن اور ,, عمرو بن هشام عند ابن حبان فی الصحیح .

راوی نمبر (۲) محمد بن سلمة بن عبدالله

قال النسائی ثقة...وقال محمد بن سعد کان ثقة فاضلا عالما له فضل و روایة وفتوی...وذکره ابن حبان فی الثقات...	امام نسائی نے فرمایا کہ ثقہ ہے۔۔۔اور امام محمد بن سعد نے کہا کہ ثقہ عالم فاضل تھے۔ اور امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(تهذیب الکمال جلد ۱۶ صفحه۳۱۷،۳۱۸)

اور اس کا متابع بھی موجود ہے جیسا کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ کی صحیح میں ,, ابراہیم بن سعد

راوی نمبر (۳) محمد بن اسحاق بن یسار

ان کے بارے میں بعض آئمہ فن نے اگر چہ ناموافق آراء کا بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن حافظ ذھبی رحمہ اللہ تذکرۃ الحفاظ میں رقمطراز ہیں۔

قال یحي بن معین قد سمع من ابی سلمة ابن عبد الرحمن و ابان بن عثمان وقال هو ثقة ولیس بحجة و	امام یحیی بن معین فرماتے ہیں انہوں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن اور ابان بن عثمان سے سماع کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ یہ ثقہ ہیں لیکن

قال احمد بن حنبل حسن الحديث	قابل حجت نہیں ہیں امام احمد بن حنبل نے کہا
وقال علی بن المدینی حدیثه عندی	یہ حسن الحدیث ہے امام علی بن مدینی فرماتے
صحیح وقال النسائی لیس بالقوی	ہیں اس کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے
وقال الدارقطنی لا یحتج به وقال	امام نسائی فرماتے ہیں۔ یہ قوی نہیں ہیں۔
شعبة هو امیر المومنین فی الحدیث	دارقطنی کہتے ہیں ان سے حجت نہیں پکڑی
وقال یزید بن هارون لو کان لی	جاتی امام شعبہ فرماتے ہیں کہ یہ امیر المؤمنین
سلطان لامرت ابن اسحاق علی	فی الحدیث ہیں یزید بن ہارون کا بیان ہے
المحدثین واما مالک فانه نال منه	اگر میں بادشاہ ہوتا۔ تو محمد بن اسحاق کو تمام
بانزعاج وذلک لانه بلغه انه یقول	محدثین پر امیر مقرر کر دیتا۔ امام مالک ان
اعرضوا علی علم مالک فانا بیطار	سے بگڑے ہوئے تھے اس لیے ان کے حق
فغضب مالک فقال انظروا الی	میں اچھے خیالات کا اظہار نہیں کیا۔ وجہ یہ
دجال من الدجاجلة وقد قال ابن	ہے۔ کہ کسی نے امام مالک کے پاس ان کی
عیینة ما رایت احدایتهم ابن اسحاق	شکایت کی کہ انہوں نے کہا ہے کہ مالک کا
وقیل کان قدریا وقال ابن ابی عدی	علم میرے سامنے پیش کرو میں اس کا بیطار
کان یلعب بالدیوک والذی تقرر	(بیماریوں کا جاننے والا ہوں۔) اس پر امام
علیه المرجع فی المغازی والایام	مالک نے فرمایا دجالوں میں سے اس دجال
النبویة مع انه یشذ باشیاء وانه لیس	کو دیکھو۔۔۔۔ابن عیینہ فرماتے ہیں میں
بحجة فی الحلال والحرام .نعم ولا	نے کسی کو ابن اسحاق پر تہمت لگاتے ہوئے

بالواهی بل یستشهد به.

(تذکرة الحفاظ جلد ۱ صفحه ۱۷۳

دار احیاء التراث العربی،

ومترجم جلد ۱ صفحه ۱۵۱)

نہیں دیکھا ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ عقیدہ قدر کی طرف مائل تھے ابن عدی کہتے ہیں۔ مرغوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ محدثین کے نزدیک یہ طے شدہ امر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مغازی، اور جنگی کارناموں میں ابن اسحاق کی طرف ہی رجوع کیا جاتا ہے گو بعض اوقات یہ شاذ قول بھی نقل کر جاتے ہیں۔ ہاں حلال وحرام کے بیان میں حجت نہیں سمجھے جاتے۔ لیکن بالکل گئے گزرے بھی نہیں ان سے استشہاد کیا جاتا ہے۔

اس روایت کی سند پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس میں محمد بن اسحاق راوی ہے جو کہ مدلس بھی ہے اور یہ روایت وہ عن کے ساتھ بیان کر رہا ہے لہذا یہ مسلمہ اصول ہے کہ مدلس اگر صیغہ عن کے ساتھ روایت کرے تو اس کی وہ روایت مردود ہوگی۔ یہ اعتراض یہاں کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ اس میں سماع کی تصریح بھی موجود ہے جیسا کہ امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں... حدثنا یعقوب بن ابراهیم بن سعد، قال حدثنا أبي، عن ابن اسحاق، قال: حدثني محمد بن ابراهیم .... الخ

(صحیح ابن حبان جلد ۷ صفحه ۳۴۶ برقم ۳۰۷۷)

لہذا یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ یہ مدلس ہے اور صیغہ عن کے ساتھ روایت کر رہا ہے۔

راوی نمبر (۴) محمد بن ابراهيم بن الحارث

قال اسحاق بن منصور عن يحي بن معين و ابو حاتم و النسائی و ابن خراش ثقة. و ذكره ابن حبان فی الثقات.

اسحاق بن منصور سے روایت ہے کہ امام یحیی بن معین امام ابوحاتم اور امام نسائی اور ابن خراش نے کہا کہ ثقہ ہیں اور ابن حبان نے بھی اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (تهذيب الكمال جلد ١٦ صفحه ٩ و الجرح و التعديل جلد ٧ صفحه ١٨٤ و كتاب الثقات لابن حبان جلد ۵ صفحه ٣٨١)

راوی نمبر (۵) ابی سلمة بن عبد الرحمن

قال ابو زرعة ثقة امام ...... وذكره محمد بن سعد فی الطبقة الثانية من اهل المدينة وقال كان ثقة فقيها كثير الحديث.

امام ابوزرعہ نے فرمایا کہ امام ثقہ ہیں--- اور امام محمد بن سعد نے اہل مدینہ منورہ سے دوسرے طبقہ میں ان کو ذکر کیا ہے اور کہا کہ ثقہ فقیہ اور بہت زیادہ حدیث والے تھے۔

(تهذيب الكمال جلد ١٢ صفحه ١٧٢)

اور ان کے متابع امام سعید بن مسیّب ہیں جیسا کہ صحیح ابن حبان کی دوسری سند برقم ٣٠٧٧)

راوی نمبر (٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

اب اس حدیث مبارکہ کی صحت کا درجہ ملاحظہ فرمائیں

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

لابی داؤد وابن ماجة ولابن حبان فی صحیحه عن ابی هریرة حدیث حسن . (جامع صغیر جلد اصفحہ ۱۱۲)

یعنی یہ حدیث ابوداؤد۔ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور یہ حدیث حسن ہے

غیر مقلدین کے عصر حاضر کے محقق البانی اس کو حسن کہا

البانی نے اس حدیث کو ابن ماجہ کی تحقیق میں حسن کہا ملاحظہ ہو (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۷ ا ریاض) اور اسی البانی نے ابوداؤد کی تحقیق میں بھی اس کو حسن کہا ہے ملاحظہ ہو (صحیح ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۶۱۷ مکتبۃ التربیۃ العربی) اور اسی طرح شعیب الأنوؤط نے صحیح ابن حبان کی تحقیق کرتے ہوئے اس کی دونوں سندوں کے بارے میں لکھا کہ ,,اسناده قوي،،

غیر مقلدین کا دوسرا محقق شمس الحق عظیم آبادی لکھتا ہے

اخرجه ابن حبان من طریق اخری عنه مصرعا بالسماع وصححه (عون المعبود شرح ابوداؤد جلد ۳ صفحہ ۱۸۸)

یعنی امام ابن حبان نے یہی حدیث سمعت کے ساتھ ایک اور طرق سے روایت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

حدیث کے معنی کو غلط بیان کر کے عوام کو دھوکا دینا

بعض لوگ یا تو عربی لغت سے ناواقفیت کی وجہ سے یا دھوکا دینے کی ہی نیت سے اس حدیث کا معنی یوں بیان کر کے عوام الناس کو بہکانے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میت پر جنازہ پڑھو۔تو اس کیلیے خلوص سے دعا کرو۔لہذا یہ دعا جنازہ میں مانگی

جاتی ہے۔اور دوسرا دھوکا یوں دینے کی کوشش کرتے ہیں۔کہ یہ حدیث ابن ماجہ میں ,,ما جاء فی الصلوۃ علی الجنازۃ ، ،یعنی نماز جنازہ میں دعا کے متعلق احادیث کا باب۔ لہذا یہ حدیث اس باب میں آئی ہے اس لیے اس دعا سے مراد عین نماز جنازہ کے اندر کی دعا مراد ہے نہ کہ نماز جنازہ کے بعد کی دعا۔

حدیث کا معنی

(ا)اذا صلیتم علی ا لمیت ،شرط ہے اور فاخلصو ا له الدعاء ،اس کی جزاء ہے تو یہاں اب دو امر علم معانی اور اصول فقہ کے مسلمات میں سے ہیں۔

(ا) شرط اور جزاء میں تغایر و تفاوت ہوتا ہے۔

(۲) شرط پہلے ہوتی ہے اور جزاء بعد میں ہوتی ہے۔

پس مزکورہ بالا حدیث کا معنی یہ ہوا کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ لو۔تو میت کے لیے خلوص دل سے دعا مانگو۔

(۲) ,, اذا صلیتم ،،صیغہ ماضی ہے۔اور ماضی کا حقیقی معنی گزشتہ وقت میں ہونے والے واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔اور ,, فاخلصوا ، ،میں فا ,,تعقیب مع الوصل،، کے لیے ہے۔لہذا معنی یہ ہوا کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ لو تو پھر میت کے لیے خلوص دل سے دعا مانگو۔

(۳) نماز جنازہ میں عام طور پر پڑھی جانے والی دعا ,,اللھم اغفر لحینا و میتنا و شاھد نا و غائبنا.. ....الخ یہ سب کے لیے عام دعا ہے۔خاص میت کے لیے نہیں۔ لہذا بعد میں خاص میت کے لیے دعا کرنے کا حکم ہے۔

(۴)اور دوسری بات ترجمۃ الباب ہے تو اس کا معنی ہے نماز جنازہ کے بارے میں دعا سے متعلق وارد احادیث کا باب، تو اس میں ہر وہ حدیث آ سکتی ہے جس کا تعلق نماز جنازہ سے ہو بے شک وہ عین نماز جنازہ میں ہو یا اس کے فوراً بعد دیکھیں سنن ابوداؤد میں یہ حدیث،، الدعاء للمیت ،، ،،میت کے لیے وارد احادیث کا باب،، امام ابوداؤد نے اس باب میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

اگرچہ امام ابن ماجہ اور امام ابوداؤد نے ایک ہی مفہوم کو دو مختلف عنوانات سے واضح کیا ہے مگر مدعا دونوں کا ایک ہی ہے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

غیر مقلدین کے محدث دہلوی مولوی محمد یونس لکھتے ہیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب میت کو دفن کر چکو، تو اس کے لیے خلوص نیت سے مغفرت کی دعا کرو، (اہلحدیث گزٹ جلد نمبر ۸ شمارہ نمبر ۱۶ بحوالہ فتاوی علمائے حدیث جلد ۵ صفحہ ۲۰۴)

اب ہم ان لوگوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کس حدیث کا ترجمہ ہے، اگر یہ وہ ہی حدیث ہے تو اپنے محدث کے ترجمہ کو دیکھیں کہ اس نے بھی اس کو نماز جنازہ کے بعد دعا پر محمول کیا ہے گو کہ اس نے اس میں خیانت کرتے ہوئے بعد دفن کی بات کی ہے لیکن کوئی بھی اس حدیث میں سے بعد دفن کے الفاظ نہیں دکھا سکتا۔

اور اگر یہ وہ حدیث نہیں تو پھر کوئی ایسی حدیث دکھاؤ جس کا ترجمہ یہ ہو۔ لیکن آپ کو کوئی بھی ایسی حدیث نظر نہیں آئے گی۔

اور اگر غیر مقلدین کے محدث کے بقول اس حدیث کو صرف حسن ہی کہا جائے تو بھی یہ احکام میں بھی حجت ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ثم الحسن کا لصحیح فی الاحتجاج به وان کان دونه بالقوة ولهذا ادرجته طائفة فی نوع الصحیح (تقریب صفحہ ۴۱)

یعنی پھر حسن حدیث حجت ہونے کے اعتبار سے صحیح کی طرح ہے گو کہ وہ اس سے کم درجہ قوی ہے اسی لیے کچھ لوگوں نے اسے صحیح کی قسم میں شامل کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ,,حسن لذاته،، کی تعریف کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وهذا القسم من الحسن مشارک للصحیح فی الاحتجاج به وان کان دونه ومشابه له فی انقسامه الی مراتب بعضها فوق بعض.

(نزهة النظر صفحہ ۴۱)

یعنی اور حسن کی یہ قسم حجت ہونے کے اعتبار صحیح سے اشتراک رکھتی ہے گو کہ رتبہ میں اس سے کم ہے اور مراتب کی کمی بیشی میں منقسم ہونے کے اعتبار سے اس کے مشابہ ہے۔

پس اس بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر بقول غیر مقلد محدث اس حدیث کو حسن کے درجہ میں ہی تسلیم کیا جائے تب بھی یہ حجت و دلیل بننے کے قابل ہے۔

حدیث نمبر (۲)

امام طبرانی رحمہ اللہ مندرجہ ذیل سند کے ساتھ ایک طویل حدیث روایت فرماتے ہیں۔

حدثنا موسى بن هارون ثنا عمر بن زرارة الحدثيي ثنا عيسى بن يونس عن

سعید بن عثمان البلوی عن عروۃ بن سعید الانصاری عن ابیہ عن حصین بن وحوح ان طلحۃ بن البراء لما لقی النبی ﷺ۔۔۔۔الخ

جس میں ہے کہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے جو رات کو فوت ہوئے تو انہیں رات کو ہی دفن کر دیا گیا،

فَاخبَرَ النَّبِیَ ﷺ حِینَ اصبَحَ فَجَاءَ حَتّٰی وقفَ عَلٰی قَبرِہٖ فَصَفَّ النَّاس مَعَهُ ثُمَ رَفعَ یَدَ یُه فَقالَ : اللّٰهمَّ الْقِ طَلْحَة وَیضْحَکَ اِلَیکَ ......

تو جب نبی اکرم ﷺ کو صبح کو اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ ان کی قبر مبارک پر تشریف لے گئے تو لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ صفیں باندھیں۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اے اللہ طلحہ سے اس طرح ملاقات کر کہ تو اس سے راضی ہو۔

(اخرجه الطبرانی فی الکبیر جلد ۴ صفحه ۲۸ . ۲۹ برقم ۳۵۵۴ و فی الأوسط جلد ۸ صفحه ۱۲۶ برقم ۸۱۶۸ و ابو بکر الشیبانی فی الاحاد والمثانی جلد ۴ صفحه ۱۵۵ برقم ۲۱۳۹)

امام ہیثمی نے اس حدیث کی سند کے متعلق فرمایا (اسنادہ حسن) یعنی کہ اس کی سند حسن ہے (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۳۷)

مزید اس کی سند پر بحث کی ضرورت نہیں تاکہ طوالت سے بچا جاسکے۔

اور حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے مندرجہ ذیل سند کے ساتھ ان الفاظ سے روایت کیا ہے۔

اخبرنا عبید بن محمد قال حدثنا عبد الله بن مسرور قال حدثنا عیسی بن مسکین قال حدثنا محمد بن سنجر قال حدثنا احمد بن حباب قال

حدثنا عیسی بن یونس قال حدثنا سعید بن عثمان البلوی عن عروۃ بن سعید الانصاری عب ابیہ عن الحصین بن وحوح۔۔۔۔۔الخ

وفیہ

فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین اصبح فجاء حتی وقف علی قبرہ (فی)قطارہ با لعصبۃ فصف وصف الناس معہ ثم رفع یدیہ وقال اللھم الق طلحۃ تضحک(الیہ)ویضحک الیک ثم انصرف.

(اخرجہ ابن عبدالبر فی التمھید جلد۶ صفحہ۲۷۲۔۲۷۳،وفی کنز العمال جلد۱۳صفحہ۴۴۴۔۴۴۵)

اور امام محمد بن عبدالباقی بن یوسف زرقانی رحمہ اللہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

وحدیث الحصین بن وحوح فی صلاتہ علیہ الصلاۃ والسلام علی قبر طلحۃ بن البراء ثم رفع یدیہ وقال اللھم الق طلحۃ یضحک الیک و تضحک الیہ (زرقانی علی الموطا جلد۲ صفحہ۷۶)

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر تشریف لے گئے،اور نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

,,اے اللہ طلحہ سے تو اس طرح ملاقات کر کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے،،

اس حدیث مبارکہ سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ سے سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ مبارک اٹھا کر دعا کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت وارد نہ ہونا ہی اس کے جواز کیلیے کافی تھا لیکن یہاں تو ثابت ہو رہا ہے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ

کے بعد دعا کی اور اس سے یہ اعتراض بھی ختم ہو گیا کہ نماز جنازہ خود دعا ہے اور اس کے بعد دعا کی ضرورت نہیں کیونکہ نماز جنازہ کے اندر تو ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگی جاتی۔

پس روایت سے نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بھی واضح ہے۔

حضرت علی المرتضی رضی الله عنه کا عمل

حدثنا احمد بن حنبل قال حدثنا الضحاک ابن مخلد قال حدثنا سفیان بن سعید عن شبیب ابن غرقدة عن المستظل بن حصین ان علیا صلی علی جنازة بعد ما صلی علیها .

۔۔۔۔حضرت مستظل بن حصین سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی جانے کے بعد اس پر دعا مانگی۔

(اخرجه ابن عبد البر فی التمهید جلد ٦ صفحه٢٧٥ لاهور)

یہ روایت باعتبار سند کیسی ہے

راوی نمبر (۱) احمد بن حنبل

ابو عبد الله احد الائمة ثقة حافظ فقیه حجة وهو راس الطبقة العاشرة

ابوعبداللہ آئمہ میں سے ایک ثقہ حافظ فقیہ حجت اور دسویں طبقہ کے رؤساء میں سے ہیں

(تقریب التهذیب صفحہ١٦)

قال یحي بن ادم :احمد بن حنبل

امام یحی بن ادم نے کہا۔امام احمد بن حنبل

امامنا وقال الهيثم بن جميل الحافظ ان عاش احمد سيكون حجة على اهل زمانه . (مقدمہ مسند احمد صفحہ ۱۷)

ہمارے امام ہیں اور ہیثم بن جمیل حافظ نے کہا کہ امام احمد اپنے ہم عصروں پر حجت تھے۔

راوی نمبر (۲) ضحاک بن مخلد بن الضحاک

قال عثمان بن سعيد الدارمی عن يحي بن معين ثقة...وقال احمد بن عبد الله العجلی ثقة كثير الحديث و كان له فقه ....وقال ابو حاتم صدوق و ابو عاصم النبيل والله ما رايت مثله وقال محمد بن سعد كان ثقة فقيها (تہذیب الکمال جلد ۹ صفحہ ۱۷۰)

امام عثمان بن سعید دارمی امام یحي بن معین سے روایت کرتے ہیں کہ ثقہ ہیں اور امام احمد بن عبداللہ عجلی نے کہا کہ بہت حدیث والے اور صاحب فقہ تھے اور امام ابو حاتم نے کہا کہ سچے اور ابو عاصم النبیل نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے ان کی مثل کوئی نہیں دیکھا اور محمد بن سعد نے کہا کہ ثقہ فقیہ تھے۔

راوی نمبر (۳) سفیان بن سعید بن مسروق

فقد قال فی تذكرة القاری سفيان بن سعيد بن مسروق الثوری الكوفی امام المسلمين وحجة الله على خلقه يقوق فضائل الاحصار وتعجر المادين جمع فی زمنه بين فقه والاجتهاد فيه

تذکرۃ القاری میں ہے سفیان بن سعید بن مسروق کوفی مسلمانوں کے امام مخلوق پر اللہ کی حجت ان کے سفید چمکدار فضائل اگر کوئی شمار کرنا چاہے، تو عاجز آ جائے، اپنے زمانہ میں ان میں فقہ، اجتہاد، وحدیث، وزہد، و

والحديث والزهد والعبادة والورع
والثقة واليه المنتهى فى علم الحديث
وغيره من العلوم وهو احد الائمة
المجتهدين واحد اقطاالاسلام و
اركان الدين الامام الكبير احد اصحب
المذاهب السنة المتبوعة المتفق
على جلالة قدرة وكثرة علومه
وصلابته دينه وتوثيقهو امانته وهو
تابعى التابعين وقال ابو عاصم سفيان
امير المومنين فى الحديث قال ابن
مبارك كتبت عن الف ومائة وما
لقيت عن افضل من سفيان قال ابن
معين كل من خالف الثورى فالقول
الثورى قال ابن عيينة انا من غلمآن
الثورى وكان وهيب يقدم سفيان
فى الحفظ على مالك وهو من
رؤس الطبقة السابعة انتهى.
(ماخوذ از کشف الرین فی مسئلة رفع الیدین

عبادت یہ تمام چیزیں ان میں جمع تھیں۔علم
حدیث اور دوسرے علوم ان پر منتھی ہوتے
تھے اور وہ ائمہ مجتہدین میں سے ایک مجتہد
امام تھے۔اور اسلام کے اقطاب میں سے
ایک قطب تھے۔اور دین کے بڑے بڑے
اماموں کے رکن تھے۔اصحاب مذاہب جن
کے مذہب کی اتباع کی جاتی ہے۔ان میں
سے ایک تھے ان کی جلالت قدر کثرت علوم
صلابت دینی ثقاہت اور امانت پر تمام علماء
متفق ہیں اور وہ تبع تابعین میں سے ہیں ابو
عاصم نے کہا کہ سفیان ثوری امیر المومنین فی
الحدیث ہیں ابن مبارک نے کہا کہ میں نے
ایک ہزار ایک سو شیوخ سے علم حاصل کیا۔
لیکن سفیان سے افضل کسی کو نہیں پایا۔ابن
معین نے کہا جو کوئی ثوری کی مخالفت کرے
تو قابل قبول قول ثوری کا ہے امام ابن عیینہ
نے کہا کہ میں سفیان ثوری کے غلاموں میں
سے ہوں اور وہیب حفظ میں، سفیان ثوری

مترجم صفحہ ۵۲ . ۵۳) کو امام مالک پر مقدم کرتے تھے۔ اور وہ

ساتویں طبقہ کے روساء میں سے تھے انتھی

(**اعتراض**) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں طبقات المدلسین میں کہا کہ ان کو امام نسائی وغیرہ نے مدلس کہا ہے۔ (صفحہ ۳۲) اور مدلس جب ،،عن،، کے ساتھ روایت کرے تو وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔

(**جواب**) یہ بات درست ہے۔ کہ ان کو امام نسائی وغیرہ نے مدلس کہا ہے۔ لیکن ہم ان لوگوں کے گھر کی بات ان کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ ان کی تدلیس کے متعلق ان کے بزرگوں نے کیا کہا ہے۔

خبر لیں وہ اپنے گھر کی

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث محمد یحیٰ گوندلوی لکھتے ہیں۔

بلا شبہ بعض محدثین نے امام ثوری کو مدلس کہا ہے مگر یہ مدلس کے اس طبقہ میں ہیں یہاں تدلیس مضر اور روایت کی صحت کے مانع نہیں، ۔۔۔ امام ثوری مشہور امام فقیہ عابد اور بہت بڑے حافظ تھے امام نسائی وغیرہ نے ان کو مدلس کہا ہے امام بخاری فرماتے ہیں ان کی تدلیس بہت ہی کم ہے واضح ہو گیا ہے کہ اگر چہ امام ثوری مدلس تھے مگر ان کی تدلیس مضر نہیں جو حدیث پر اثر انداز ہو۔ (آمین بالجھر صفحہ ۲۵ . ۲۶ لاھور)

راوی نمبر (۴) شبیب ابن غرقدة السلمی

قال عبد الله بن احمد بن حنبل عن عبداللہ بن احمد بن حنبل اپنے والد سے اور

ابیه واسحاق بن منصور عن یحي بن معین والنسائی ثقة .....وذکره ابن حبان فی کتاب الثقات
(تہذیب الکمال جلد ۸ صفحہ ۲۷۸)

اسحاق بن منصور یحی بن معین اور امام نسائی سے روایت کرتے ہیں کہ ثقہ ہے اور امام ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

قال یعقوب بن سفیان ثقة — یعقوب بن سفیان نے کہا ثقہ ہے

(تہذیب التھذیب جلد ۴ صفحہ ۲۷۱)

راوی نمبر (۵) مستظل بن حصین

امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

کوفی تابعی ثقة . (تاریخ الثقات صفحہ ۴۶۵ بیروت) کوفی تابعی ثقہ ہیں

اور امام ابن حبان نے کتاب الثقات میں میں ذکر کیا ہے، دیکھیں (جلد ۵ صفحہ ۴۶۲)

راوی نمبر (۶) حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ

پس ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کرتے تھے اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

عَنْ عِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ .... فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں ہے۔۔۔پس تم پر

الْمَهْدِ يِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَ
اِيَّاكُمْ وَالْاُمُوْرَ الْمُحْدَ ثَاتِ فَاِنَّ كُلَّ
بِدْ عَةٍ ضَلَالَةٌ .

میری سنت اور خلفاء راشدین المہدیین کی
سنت کو پکڑ لینا لازم ہے اور ان کے طریقہ
کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لینا اور
بدعات سے بچنا کیونکہ ہر بدعت (سیئہ)
گمراہی ہے۔

تخریج حدیث

(اخرجه ابن ماجه فی السنن صفحه ۵ وترمذی فی الجامع جلد ۲ صفحه ۹۲ وقال هذا حدیث
حسن صحیح وابو داؤد فی السنن صفحه ۶۹۹ برقم ۴۶۰۷ فی کتاب السنة واحمد فی مسنده
جلد ۴ صفحه ۱۲۶ . ۱۲۷ برقم ۱۷۲۷۵ . ۱۷۲۷۶ ، والدارمی فی السنن جلد ۱ صفحه ۵۷
برقم ۹۵ والحاکم فی المستدرک جلد ۱ صفحه ۹۶ . ۹۷ والبیهقی فی السنن الکبری جلد ۱۰
صفحه ۱۱۴ وفی الشعب الایمان جلد ۶ صفحه ۶۷ وفی الاعتقاد صفحه ۲۲۹ ، والمروزی فی
السنة صفحه ۲۶ . ۲۷ وابن حبان فی الصحیح جلد ۱ صفحه ۱۷۸ . ۱۷۹ برقم ۵ ، وفی الثقات
جلد ۱ صفحه ۴ ، والآجری فی الشریعة صفحه ۴۶ . ۴۷ وأبو نعیم فی المسند المستخرج علی
صحیح الامام مسلم جلد ۱ صفحه ۳۵ . ۳۷ و فی الحلیة جلد ۵ صفحه ۲۲۰ وجلد ۱۰ صفحه
۱۱۵ ، والطبرانی فی مسند الشامیین جلد ۱ صفحه ۲۵۴ برقم ۴۳۷ وصفحه ۴۰۲ برقم ۶۹۷
وصفحه ۴۴۶ برقم ۷۸۶ و جلد ۲ صفحه ۲۹۸ وفی المعجم الکبیر جلد ۱۸ صفحه ۲۴۵ برقم
۶۱۷ الی صفحه ۲۴۹ برقم ۶۲۴ وابن ابی عاصم فی السنة جلد ۱ صفحه ۲۹ . ۳۰ برقم ۲۴۸ .
۲۴۹ . ۲۵۷ وابو عمرو فی السنن الواردة فی الفتن جلد ۲ صفحه ۳۷۴ .)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ والی روایت جو کہ پیچھے نقل ہوئی اس کو
مندرجہ ذیل سند سے روایت کیا ہے۔

اخبرنا ابو نصر بن قتادة انباء ابو عمرو بن نجید انباء ابو مسلم ثنا ابو عاصم عن سفیان عن شبیب بن غرقدة عن مستظل ان علیا صلی علی جنازة بعد ما صلی علیها۔ (اخرجه البیهقی فی السنن الکبری جلد ۴ صفحه ۴۵ و فی کنز العمال جلد ۱۵ صفحه ۷۱۳ برقم ۴۲۸۴۱)

مذکورہ بالا روایت میں کتنی صراحت اور وضاحت ہے کہ نماز جنازہ پڑھے جانے کے بعد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی پس بعد نماز جنازہ دعا مانگنا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی بھی سنت ٹھہری اور نبی اکرم ﷺ کا عمل اور فرمان ہم پیچھے نقل کر آئے ہیں اور آپ ﷺ نے اہل اسلام کو حکم بھی فرمایا کہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا اور باقی اس روایت کی سند کے رواۃ کے متعلق ہم پیچھے نقل کر آئے ہیں جس کی سند میں امام احمد بن حنبل، ابو عاصم، سفیان ثوری۔ جیسے آئمہ ہیں لہذا یہ روایت بحیثیت سند بھی ضعیف نہیں ہے، بلکہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور یہ روایت صحیح ہے۔

پس یہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی بھی سنت ٹھہری۔

اس کے بارے میں غلط بیانی

بعض متعصب ہٹ دھرم اور ضدی قسم کے لوگ یا تو کم علمی یا غلط بیانی فراڈ کی وجہ سے عوام الناس کے سامنے اس روایت کے متعلق یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس روایت کے یہ معنی درست نہیں جو تم نے کیے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک دفعہ نماز جنازہ پڑھی جا چکی تھی تو آپ نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھی۔ یعنی کہ ،، صلی ،، کا معنی نماز ہے، لہذا آپ نے نماز پڑھی نہ کہ دعا مانگی۔

تو عرض ہے کہ آیئے دیکھتے ہیں کہ آیا،،صلی ،،صرف نماز کی لیے ہی استعمال ہوتا ہے، یا کہ اس کے اور بھی معنی ہیں۔

عربی ارد ولغت کی کتاب،،المنجد،، میں ہے :صلی ـصلاۃ ـدعا کرنا، نماز پڑھنا، اللہ علیہ برکت دینا ـ بھرتن چاہنا ـ اچھی تعریف کرنا ـ (تصلیۃ)الفرس ـگھوڑ دوڑ میں گھوڑے کا دوسرے نمبر پر ہونا ـ صفت (مصل) الصلا. مص ـ پیٹھ کا درمیان ـ ج ـ صلوات .واصلاء. الصلاۃ او الصلوۃ ـ دعا ـ نماز ـ تسبیح من اللہ رحمت ـ ج. صلوات.

(المنجد صفحہ ۵۷۵ لاہور)

آیئے دیکھیں قرآن واحادیث میں یہ لفظ کن کن معنی میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) بمعنی نماز

﴿ وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ﴾ .(پ ۱ البقرۃ ۴۳)

اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

﴿اَلَّذِیۡنَ ھُمۡ عَلٰی صَلَاتِھِمۡ دَآئِمُوۡنَ﴾ (پ۲۹ سورۃ المعارج آیت ۹)

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

ان دونوں آیات میں بمعنی نماز وارد ہے۔

(۲) بمعنی عبادت گاہ

﴿ لَھُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ﴾ (سورۃ الحج آیت ۴۰)

تو ضرور گرادی جاتیں راہبوں کی خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں

اس آیت میں بمعنی عبادت کی جگہ استعمال ہوا

(۳) ﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً﴾ (سورۃ الانفال ۳۵)
یعنی بیت اللہ کے قریب ان کی نماز صرف سیٹی اور تالی تھی
اس آیت میں بمعنی ایسے ارکان جو تقرب الی اللہ کی لیے کیے جائیں ان کے لیے استعمال ہوا ہے۔

(۴) ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾
اور مومنون کے لیے دعا کیجیے آپ کی دعا ان کے لیے باعث سکون ہے۔
اس آیت مبارکہ میں بمعنی دعا استعمال ہوا ہے۔

(۵) ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (پ۲۲ سورۃ الاحزاب ۵۶)
بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والوان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔
اس آیت مبارکہ میں بمعنی درود استعمال ہوا ہے۔

اور اسی طرح حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ،،من صام فلیصل ،، جوکوئی روزہ رکھے تو دعا کرے۔

پس معلوم ہوا کہ ،،صلی ،صلوۃ ،،کا ہر جگہ معنی نماز ہی کرنا ٹھیک نہیں اور یہاں بھی نماز کیلیے نہیں بلکہ دعا کے معنی میں ہے جس کی شاہد ایک اور حدیث بھی ہے۔

حدثنا علی بن مسھر عن الشیبانی --- حضرت عمیر بن سعید سے روایت ہے
عن عمیر بن سعید قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ کہ میں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ

عَلِیّ عَلٰی یَزِیْد بُن الْمُکَفّفُ فَکَبَّرَ عَلَیْهِ اَرْبَعًا ثُمّ مَشٰی حتّٰی اَتَاهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَبْدکَ وابْن عَبْدکَ نَزَلَ بِکَ الْیوْم فَاغْفرلَهُ ذَنْبه وَوَسّعُ عَلَیْهِ مَدْخَلَهُ ثمَّ مشٰی حتّٰی اتاهُ وقال اللّٰهمَّ عبدکَ وابنِ عبدکَ نزلَ بِک الْیوْم فاغفر لهُ ذنبهُ ووسّع علیْه مدْخلهُ فَاِنّا لا نَعْلَمُ مِنْهُ اِلّا خَیْرٌ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِه.

(اخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۳ صفحه ۲۱۲)

کے ساتھ یزید بن مکفف رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی آپ نے چار تکبیریں کہیں پھر چلے اور میت کے پاس آئے اور کہا اے اللہ یہ تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا ہے آج تیرے پاس پہنچا ہے اس کے گناہ معاف فرما اور اس کی قبر کو کشادہ فرما پھر چلے اور اس کے پاس پہنچے اور کہا اے اللہ یہ تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا ہے آج تیرے پاس پہنچا ہے اس کے گناہ معاف فرما اور اس کی قبر کو کشادہ فرما پس ہم اس کے بارے میں اچھا ہی جانتے ہیں اور تو اس کو سب سے بہتر جانتا ہے۔

یہ روایت باعتبار سند کیسی ہے؟

راوی نمبر(۱) علی بن مسهر القرشی

قال عبد الله بن احمد بن حنبل عن ابیه علی بن مسهر صالح الحدیث اثبت من ابی معاویة الضریر فی

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا علی بن مسہر صالح الحدیث ہے اور ابومعاویہ الضریر سے

الحدیث.....وقال احمد بن عبد الله العجلی علی بن مسهر قریشی من انفسهم کان ممن جمع الحدیث و الفقه ثقة..وقال ابو زرعة صدوق ثقة وقال النسائی ثقة .و ذکره ابن حبان فی کتاب الثقات

حدیث میں پختہ ہے۔۔اور احمد بن عبداللہ العجلی نے کہا کہ علی بن مسہر قریشی ان ثقہ لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حدیث اور فقہ کو جمع کیا اور ابوزرعہ نے کہا سچا اور پختہ ہے اور امام نسائی نے کہا ثقہ اور ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا۔

(تہذیب الکمال جلد ۱۳ صفحہ ۴۰۲۔۴۰۳)

راوی نمبر (۲) ابو اسحاق الشیبانی سلیمان بن ابی سلیمان

قال اسحاق بن منصور واحمد بن سعید بن ابی مریم عن یحي بن معین ثقة زاد ابن مریم حجة وقال ابو حاتم ثقة صدوق صالح الحدیث وقال النسائی ثقة .

اسحاق بن منصور اور احمد بن سعید بن ابی مریم نے یحی بن معین سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا ثقہ ہے اور ابن مریم نے زیادہ کیا کہ حجت ہے اور ابو حاتم نے کہا پختہ سچا اور صالح الحدیث ہے اور امام نسائی نے کہا کہ ثقہ ہے

(تہذیب الکمال جلد ۸ صفحہ ۶۱۔۶۲)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا

وقال العجلی ثقة وقال ابن عبد البر هو ثقة حجة عند جمیعهم .

اور امام عجلی نے کہا ثقہ ہے اور ابن عبدالبر نے کہا وہ ان تمام کے نزدیک ثقہ اور حجت ہے۔

(تہذیب التہذیب جلد۴ صفحہ۱۷۳)

راوی نمبر (۳) عمیر بن سعید النخعی الصهبانی

قال اسحاق بن منصور عن يحيي بن معين ثقة وقال شعبة عن الحكم قال عمير بن سعيد وحسبک به وذكره ابن حبان فی کتاب الثقات.

(تہذیب الکمال جلد۱۴ صفحہ۴۱۲)

اسحاق بن منصور نے یحی بن معین سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا پختہ ہے اور شعبہ نے حکم سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا تیرے لیے عمیر بن سعید کافی ہے اور ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔

نمبر (۴) حضرت علی المرتضی رضی الله عنه

پس اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے میت کے لیے دو مرتبہ دعا کی ایک مرتبہ جنازہ کے فورا بعد چلے، اور میت کے لیے دعا کی اور دوسری مرتبہ پھر چلے اور اس کے پاس پہنچے تو دعا کی اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ آپ نے پہلے جنازہ کے فورا بعد میت کے قریب جا کر دعا کی اور دوسری بار دفن کے بعد دعا کی۔

اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ان شخصیات میں سے ہیں، جن کے بارے میں آقا کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم پر میری اور میرے خلفاء کی سنت کو پکڑنا لازم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل

عبد الرزاق عن عبيد الله بن عمر عن نافع قال كان ابن عمر اِذَا اِنتَھٰی

----حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز

اِلٰی جَنَازَۃٍ وَقَدْ صَلّٰی عَلَیْھَا دَعَا وَ انْصَرَفَ وَلَمْ یَعُدِ الصَّلٰوۃَ	جنازہ کے لیے آتے اور نماز جنازہ پڑھی جا چکی ہوتی تو دعا کرتے اور واپس ہو جاتے دوبارہ نماز نہ پڑھاتے۔

(اخرجہ عبد الزاق فی المصنف جلد ۳ صفحہ ۵۱۹ برقم ۶۵۴۵ وفی الجوھر النقی جلد ۴ صفحہ ۴۸، وفی التمھید جلد ۶ صفحہ ۲۷۷)

یہ روایت باعتبار سند کیسی ہے؟

راوی نمبر (۱) عبد الرزاق بن همام بن نافع

ان پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ رافضی شیعہ تھے تو آیئے دیکھتے ہیں کہ ان کے متعلق آئمہ اسماء الرجال کی رائے کیا ہے۔

حافظ ذھبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

احد الاعلام الثقات ..... ولد سنة ست وعشرين ومائة .. وطلب العلم وهو ابن عشرين سنة فقال جالست معمر بن راشد سبع سنين وقدم الشام بتجارة فحج وسمع من ابن جريج و عبيد الله بن عمر وعبد الله بن سعيد بن ابى هند وثور بن يزيد ولا وزاعى .وخلق و كتب شيئا	یعنی وہ ثقہ علماء میں سے تھے۔۔ جو ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰ برس کی عمر میں علم کی تلاش شروع کی۔ سات سال تک معمر بن راشد کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کرتے رہے۔ اور تجارت کیلیے شام گئے پھر حج کیا اور ابن جریج، اور عبید اللہ بن عمر، اور عبد اللہ بن سعید بن ابی ھند، اور ثور بن یزید، اور اوزاعی وغیرہ، اور ایک مخلوق سے احادیث

كثيرا وصنف الجامع الكبير وهو خزانة علم ورحل الناس اليه .احمد واسحاق ويحي والذهلي والرمادی وعبد

(میزان الاعتدال جلد۲صفحہ۶۰۹)

مبارکہ سنیں اور پھر بہت ۔۔۔۔۔۔۔۔اور جامع الکبیر (مصنف عبدالرزاق) لکھی، جو علم کا خزانہ ہے، اور وہ ایسے عالم تھے ،جن کی طرف لوگوں نے سفر کیا ان میں امام احمد بن حنبل ۔اسحاق ۔یحی ۔ذھلی ۔رمادی ۔اور عبدوغیرہ

وقال سلمة بن شبيب سمعت عبد الرزاق والله ما انشرح صدری ان افضل عليا على ابی بكر وعمر رضی الله عنهما وقال احمد بن الازهر سمعت عبد الرزاق يقول افضل الشيخين بتفضيل علی اياهما على نفسه ولو لم يفضلهما لم افضلهما ؛ كفى بی ازراء ان احب عليا، ثم اخالف قوله .

(میزان الاعتدال جلد۲صفحہ۶۱۲)

آ اور سلمہ بن شبیب نے کہا، کہ میں نے امام عبدالرزاق سے سنا کہ اللہ کی قسم کبھی میرے دل میں یہ بات نہیں آئی، کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنھما پر فضیلت دوں ۔اور احمد بن ازہر کہتے ہیں، کہ میں نے خود عبدالرزاق کی زبانی سنا کہ وہ کہہ رہے تھے، کہ میں شیخین حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ترجیح وفوقیت دیتا ہوں، کیونکہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں کو اپنی ذات پر فضیلت وفوقیت دیتے تھے اور اگر وہ

خودان کی برتری تسلیم نہ کرتے تو میں بھی نہ کرتا میری برائی کے لیے یہ کافی ہے کہ میں ان سے محبت بھی رکھوں اور پھر ان کے قول کی مخالفت بھی کروں۔

وقال احمد بن صالح قلت لاحمد بن حنبل رایت احسن حدیثامن عبد الرزاق قال لا .

اوراحمد بن صالح کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے کہا کہ آپ نے عبدالرزاق سے حدیث میں بہتر کوئی آدمی دیکھا ہے تو آپ نے فرمایانہیں

ابوصالح محمد بن اسماعیل ضراری کہتے ہیں کہ ہم نے حج کے موقع پر امام یحی بن معین سے پوچھا کہ۔

فلقيت بها يحي فسالته فقال يا ابا صالح لو ارتد عبدالرزاق عن الا سلام ما تر كنا حديثه .

(ميزان الاعتدال جلد ٢ صفحه ٦١٢ وتهذيب التهذيب جلد ٦ صفحه ٣١٣)

پس ہماری ملاقات یحی بن معین سے ہوئی تو ہم نے ان سے عبدالرزاق کی احادیث کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اے ابوصالح اگر عبدالرزاق اسلام سے پھر جائے تب بھی ہم ان کی حدیث کونہیں چھوڑیں گے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی امام عبدالرزاق کا قول نقل کرتے ہیں۔

رحم الله ابا بكر وعمر و عثمان من لم يحبهم فما هو مومن .

(تهذیب التهذیب جلد٦ صفحه٣١٣)

اللہ تعالی حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنھم پر رحم فرمائے جو آدمی ان سے محبت نہیں رکھتا وہ مومن نہیں۔

اور آپ ہی نقل فرماتے ہیں کہ امام ابو حاتم نے کہا کہ ان سے جو حدیثیں لکھی جائیں تو وہ قابل اعتماد ہیں اور امام ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا اور عبد الرزاق پختہ ہیں اور امام ابو داؤد نے کہا میں نے حسن بن علی حلوانی کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے امام عبد الرزاق سے سنا جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگوں میں حق پر خیال کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ان جنگوں کو فتنہ سمجھتے تھے تو میں کیسے ان کے بارے میں یہ خیال کرنے لگوں۔۔۔اور امام ابن عدی نے کہا کہ بڑے بڑے ثقہ مسلمانوں اور آئمہ نے عبد الرزاق کی خدمت میں طلب علم کی وجہ سے حاضری دی اور ان سے احادیث لکھی ہیں۔ (تہذیب التھذیب جلد ۶ صفحہ ۳۱۳۔۳۱۴)

راوی نمبر (۲) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم

قال ابو زرعة و ابو حاتم ثقة وقال النسائی ثقة ثبت وقال ابو بکر بن منجویة کان من سادات اهل المدینة واشرف قریش	امام ابو زرعہ اور ابو حاتم نے ثقہ کہا، اور امام نسائی نے ثقہ پختہ کہا، اور امام ابو بکر بن منجویہ نے کہا کہ وہ سادات مدینہ منورہ اور اشراف قریش میں سے تھے۔

(تہذیب الکمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۴۹)

راوی نمبر (۳) نافع مولی عبد اللہ بن عمر بن خطاب

و قال البخاری . اصح الاسانید مالک عن نافع عن ابن عمر وقال محمد بن سعد کان ثقة کثیر	امام بخاری نے کہا کہ مالک عن نافع عن ابن عمر کی سندوں میں سے بہترین سند ہے اور محمد بن سعد نے کہا کہ بہت حدیث والے

الحدیث و عبید الله بن عمر یقول لقد من الله علینا بنافع وقال العجلی مدنی تابعی ثقة وقال ابن خراش ثقة نبیل و قال النسائی ثقة .
(تھذیب الکمال جلد ۱۹ صفحہ ۳۵-۳۶)

پختہ ہیں اور عبید اللہ بن عمر کہتے تھے کہ بے شک اللہ تعالی نے نافع کے ذریعے ہم پر احسان کیا ہے اور امام عجلی نے کہا مدنی پختہ تابعی ہیں اور ابن خراش نے کہا ثقہ اور نبیل ہیں اور امام نسائی نے کہا کہ ثقہ ہیں۔

اس روایت کے تمام راوی بھی ثقہ ہیں پس ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو سنت رسول اللہ ﷺ کو ادا کرنے میں عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ حریص تھے کیونکہ وہ اس فعل کو بھی انجام دینے کی کوشش کرتے تھے جو کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اچانک پیش آیا ہوتا تھا تو وہ بھی اس فعل کو سر انجام دے رہے ہیں لازم ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہوگا اسی لیے تو کرتے تھے۔ لہذا نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا عمل،

عن ابی یعقوب عن عبد الله بن ابی اوفی قال شهدته و کبر علی جنازة اربعا ثم قام ساعة یعنی یدعو ثم قال ترونی کنت اکبر خمسا قالوا لا قال ان رسول الله ﷺ کان یکبر

ابو یعقوب روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے ایک جنازہ پر چار تکبیریں کہیں پھر ایک ساعت کھڑے رہے یعنی دعا کرتے رہے پھر کہا کیا تم سمجھتے ہو کہ میں

اربعا وفی روایة قال قالوا قد راینا ذلک قال ما کنت لا فعل ان رسول الله ﷺ کان یکبر اربعا ثم یمکث ماشاء الله .

(اخرجه البیهقی فی السنن الکبری جلد۴ صفحہ۳۵)

پانچ تکبیریں کہنا چاہتا تھا کہنے لگے نہیں فرمایا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ چار تکبیریں ہی کہا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے لوگوں نے کہا آج ہم نے یہ چیز دیکھی ہے فرمایا میں اس طرح اپنی طرف سے تو نہیں کر سکتا بے شک رسول اللہ ﷺ چار تکبیریں کہتے تھے اور پھر جتنی دیر اللہ تعالی چاہتا ٹھرے رہتے تھے

ایک اور روایت میں ہے۔

کہ آپ نے اپنی بیٹی کے فوت ہونے پر اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے لیے استغفار و دعا کی۔

فقام بعد التکبیر الرابعة بقدر ما بین التکبیرتین یستغفرلها ویدعو ثم قال کان رسول الله ﷺ یضع هکذا.

(اخرجه البیهقی فی السنن الکبری جلد۴ صفحہ۴۳)

یعنی چوتھی تکبیر کے بعد آپ دو تکبیروں کے برابر کھڑے رہے اور اس کیلیے استغفار و دعا کرتے رہے اور دعا کے بعد فرمایا رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔

اور ایک روایت میں ہے۔

فکبر علیها اربعا ثم قام بعد الرابعة قدر مابین التکبیرتین یستغفرلها و یدعو وقال کان رسول الله ﷺ

پس اس پر آپ نے چار تکبیریں کہیں پھر چوتھی کے بعد دو تکبیروں کے برابر کھڑے رہے اور اس کے لیے استغفار و دعا کی اور

يصنع هكذا . فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔

(اخرجہ الحاکم فی المستدرک جلد ا صفحہ ۳۶۰)

اور امام حاکم نے اس روایت کو روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ، (ھذا حدیث صحیح)

اور ابن نجار کی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں۔

ثم كبر عليها اربعا ثم قام بعد ذلك قدر ما بين التكبير تين يدعو وقال ان رسول الله ﷺ كان يصنع على الجنائز هكذا .

پھر آپ نے اس پر چار تکبیریں پڑھیں پھر دو تکبیروں کے برابر کھڑے ہو کر دعا کرتے رہے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ جنازوں پر ایسا ہی کرتے تھے

(کمافی کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۷۱۵۔۷۱۶ برقم ۴۲۸۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل

عن سعيد بن المسيب عن ابى هريرة انه صلى على المنفوس ثم قال اللهم اعذه من عذاب القبر .

(اخرجہ البیہقی فی السنن الکبری جلد ۴ صفحہ ۹)

حضرت سعید بن مسیّب روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک بچہ کی نماز جنازہ پڑھائی پھر دعا کی اے اللہ اس کو عذاب قبر سے بچا۔

اور ابن نجار نے مرفوعاً روایت کیا۔

عن ابى هريرة ان النبى ﷺ صلى على المنفوس ثم قال اللهم اعذه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے

من عذاب القبر .

بچے پر نماز جنازہ پڑھائی پھر کہا اے اللہ اس کو عذاب قبر سے بچا۔

(کمافی کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۷۱۷ برقم ۴۲۸۵۸)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا عمل ،

عبد الله بن سلام فاتته الصلاة على جنازة عمر فلما قال ان سبقتمونی بالصلاة علیه فلا تسبقونی بالدعآء له

(اخرجہ السرخسی فی المبسوط جلد ۲ صفحہ ۲۷ و کاسانی فی بدائع الصنائع جلد ۱ صفحہ ۳۱۱)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں شمولیت سے رہ گئے تو جب وہاں پہنچے تو فرمایا کہ اگر تم نے ان پر مجھ سے پہلے نماز پڑھ لی ہے تو دعا میں مجھ سے پہل نہ کرو اور میرے ساتھ ان کے لیے دعا کرو۔

معترضین یہاں ایک اعتراض کرتے ہیں، کہ اس روایت کی سند ہی نہیں ہے۔ لہذا یہ قابل قبول نہیں تو عرض ہے کہ اس کی سند بھی موجود ہے اور اس کے تمام راوی بھی ثقہ ہیں۔

قال اخبرنا محمد بن عبید الطنافسی قال اخبرنا سالم المرادی قال اخبرنا بعض اصحابنا قال جآء عبد الله بن سلام وقد صلی علی عمر فقال والله لئن کنتم سبقتمونی

۔۔۔حضرت سالم فرماتے ہیں کہ ہمیں ہمارے بعض اصحاب نے اطلاع دی کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت آئے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی جا چکی تھی تو فرمایا اللہ

بالصلوة عليه لا تسبقوني با لثناء علیه فقام عند سريره فقال نعم اخو الاسلام كنت يا عمر جواد ا با لهق بکیلا بالباطل ترضى حين الرضى وتغضب حين الغضب عفيف الطرف طيب الظرف لم تكن صداحا و لا مغتابا ثم جلس.
(طبقات الکبری جلد۳ صفحہ ۳۶۹)

کی قسم اگر تم نے ان پر نماز میں مجھ سے پہل کر لی ہے تو ثنا کرنے میں مجھ سے پہل نہ کرو پھر ان کی چارپائی کے قریب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے عمر آپ اسلام کے سچے اور بہترین جانثار تھے حق کیلیے سخی اور باطل کیلیے بخیل آپ رضا خدا پر راضی ہوتے اور غضب پر ناراض پاک دامن صاف دل نہ خوشامد کرنے والے اور نہ عیب جو پھر بیٹھ گئے۔

راوی نمبر (۱) محمد بن عبید طنافسی

قال محمد بن عثمان ابی شيبة سمعت يحي بن معين و سئل عن ولد عبيد محمد و عمر و يعلى فقال كا نوا ثقات و اثبتهم يعلى وقال المفضل الغلابی عن يحي بنو عبيد ثقات ...وقال العجلی كوفی ثقة .. وقال النسائی ثقة وقال الدار قطنی محمد و يعلى و ادريس و ابراهيم بنو عبيد كلهم ثقات وابو هم ثقة

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحیی بن معین سے سنا کہ ان سے عبید کے بیٹوں محمد، عمر، اور یعلی کے متعلق سوال کیا گیا توانہوں نے فرمایا وہ سب ثقہ ہیں اور یعلی ان سب سے پختہ ہے اور مفضل غلابی یحیی بن معین سے روایت کرتے ہیں کہ عبید کے بیٹے ثقہ ہیں اور عجلی نے کہا کہ کوفی ثقہ ہے اور امام نسائی نے کہا کہ ثقہ ہے اور دار قطنی نے کہا محمد، یعلی، ادریس اور ابراہیم عبید کے

حدیث ...وقال ابن سعد و کان ثقة کثیر الحدیث .	بیٹے ہیں اور تمام ثقہ ہیں اور ان کا باپ عبید بھی حدیث میں ثقہ ہے اور ابن سعد نے کہا
(تھذیب التھذیب جلد ۹ صفحہ ۳۲۷ ـ ۳۲۸)	محمد بن عبید ثقہ اور بہت حدیث والا ہے۔

راوی نمبر (۲) سالم بن عبد الواحد المرادی ،

قال ابو حاتم یکتب حدیثه ...وقال ابن عدی حدیثه لیس با لکثیر و ذکره ابن حبان من الثقات له فی الترمذی حدیث واحد فی المناقب .قلت و قال العجلی ثقة وقال الطحاوی مقبول الحدیث .	امام ابو حاتم فرماتے ہیں اس کی حدیث لکھنے کے قابل ہے اور ابن عدی کہتے ہیں اس نے زیادہ احادیث روایت نہیں کیں اور ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ترمذی میں اس کی ایک حدیث کتاب المناقب میں ہے ابن حجر فرماتے ہیں کہ
(تھذیب التھذیب جلد ۳ صفحہ ۴۴۰ ـ ۴۴۱)	میں کہتا ہوں عجلی نے اس کو ثقہ کہا ہے اور امام طحاوی نے فرمایا یہ مقبول الحدیث ہے

اس روایت کی سند میں ہے (اخبرنا سالم المرادی قال اخبرنا بعض اصحابنا) کہ سالم المرادی کہتے ہیں۔ کہ ہمارے بعض اصحاب نے بتایا، یہاں ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس روایت کے آخری راوی کا علم نہیں لھذا یہ روایت دلیل نہیں بن سکتی۔

یہ اعتراض کم علمی کی پیداوار ہے ورنہ اصول حدیث کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی ثقہ راوی ان الفاظ سے روایت کرے اور پھر ثقہ لوگ اس روایت کو اپنا لیں تو وہ روایت بھی قابل حجت ہوتی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

واذاقال الراوی فی الاسناد فلان عن رجل اوشیخ عن فلان فقال الحاکم منقطع لیس مرسلاوقال غیرہ مرسل قال العراقی وکل من القولین خلاف ماعلیہ الاکثرون فانھم ذھبوا الی انہ متصل وسندہ مجھول .حکاہ الرشید العطارو اختارہ العلائی.....وزاد کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم التی لم یسم حاملھا...وعلی ذلک مشی ابو داود فی کتاب المراسیل فانہ یروی فیہ ما ابھم فیہ الرجل.

(تدریب الراوی شرح تقریب النواوی جلد ا صفحہ ۱۹۷)

اور جب کوئی راوی اسناد میں یوں کہے کہ فلاں آدمی نے ایک شخص سے روایت کیا یا ایک شیخ نے فلاں شخص سے روایت کیا تو امام حاکم اسے منقطع کہتے ہیں اور مرسل نہیں اور حاکم کے علاوہ دوسرے محدثین اس کو مرسل کہتے ہیں علامہ عراقی کہتے ہیں کہ یہ دونوں قول اکثر آئمہ اصولین کے خلاف ہیں کیونکہ وہ اس کو متصل تسلیم کرتے ہیں اور جس کی سند میں ایک راوی مجھول ہے اسے رشید عطار نے حکایت کیا اور علائی نے پسند کیا اور اسی قسم میں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ خطوط جن کو لے جانے والے حاملین کا نام نہیں لیا گیا بڑھائے ہیں اور اسی طرح امام ابوداؤد کتاب المراسیل میں چلے ہیں پس انہوں نے اس کتاب میں ایسی احادیث روایت کی ہیں جن میں راوی کا نام مبھم ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جنازہ سے رہ جانا اور نبی اکرم ﷺ کا فرمانا کہ اس کے لیے دعا کرلو۔

ان النبی ﷺ علی جنازة فلما فرغ جآء ومعه قوم فارادان یصلی علیه ثانیا فقال له النبی ﷺ الصلاة علی جنازة لا تعاد ولکن ادع للمیت واستغفر له.

(اخرجہ الکاسانی فی بدائع الصنائع جلد ا صفحہ ۳۱۱

بے شک نبی اکرم ﷺ نے ایک صحابی کی نماز جنازہ پڑھائی تو جب فارغ ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بعض لوگوں کے ساتھ حاضر ہوئے اور دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نماز جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جاتی اور لیکن تم میت کے لیے دعا کرلو اور استغفار کرو۔

حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا عمل

ولنا ماروی عن ابن عباس وابن عمر رضی الله عنهما انهما فاتتهما الصلوة علی جنازة فلما حضرا ما زاد علی الاستغفار له.

(اخرجہ الکاسانی فی بدائع الصنائع جلد ا صفحہ ۳۱۱ ومبسوط للسرخسی جلد ۲ صفحہ ۲۷)

اور ہماری دلیل یہ روایت بھی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دونوں بزرگ ایک نماز جنازہ سے پیچھے رہ گئے جب آئے تو (دعا) استغفار سے زائد کچھ نہیں کیا

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا عمل

اخبرنا ابو حرۃ عن الحسن انه کان اذا سبق با لجنازۃ یستغفر لها او یجلس او ینصرف .

(اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف جلد۳ صفحہ ۲۴۰)

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعی جب نماز جنازہ سے سبقت کیے جاتے تو اس کے لیے (دعا) استغفار کرتے بعد میں بیٹھ جاتے یا چلے جاتے۔

مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندی کا فتوی

سوال بعد نماز جنازہ قبل دفن چند مصلیوں (نمازیوں) کا ایصال ثواب کیلیے سورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا اور امام جنازہ یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر مختصر دعا کرنا شرعا درست ہے یا نہیں۔

الجواب ۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی دار العلوم دیو بند جلد ۵ صفحہ ۴۳۳)

علامہ شمس الحق افغانی دیوبندی نے لکھا

مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم نے تطبیق یوں دی ہے۔ کہ دعا ,,قبل کسر الصفوف،، (صفیں توڑنے سے پہلے) منع ہے اور بعد کسر الصفوف جائز ہے میرے نزدیک یہ تطبیق درست ہے۔ (الکلام الموزون صفحہ ۹۱)

قارئین! مذکورہ بالا احادیث مبارکہ اور عمل صحابہ و تابعین رضی اللہ عنھم سے واضح ہو گیا

کہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد میت کے لیے دعا کرنا رسول اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین عظام سے ثابت ہے یہ کام بدعت وحرام نہیں ہے۔
لیکن اس کا طریقہ یہ ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد صفوں کو توڑ کر دعا کی جائے جیسا کہ عام مروجہ طریقہ ہے کہ صفیں توڑ کر پہلے سورۃ فاتحہ اور پھر تین بار سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں پھر اس کے بعد دعا کرتے ہیں۔یعنی دعا صفیں توڑ کر کریں کیونکہ بعض فقہاء وعلماء کے اقوال سے متصل جنازہ یعنی بغیر صفیں توڑے دعا کرنے کی ممانعت ثابت ہے کیونکہ اس میں نماز جنازہ کی زیادتی کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔جیسا کہ ملا علی قاری وغیرہ۔
جبکہ صفیں توڑ کر دعا کرنے سے اس بات کا کوئی شبہ نہیں ہوتا لہذا صفیں توڑ کر دعا کرنا چاہیے اور میت کے لیے اس کی بخشش اور مغفرت کی دعا کرنا بلا قید وقت قرآن مجید فرقان حمید سے بھی ثابت ہے اور اس کو مسلمانوں کا شعار قرار دیا گیا ہے جیسا کہ سورہ الحشر میں آیت نمبر ۱۰ اور نبی اکرم ﷺ سے کئی صحیح احادیث مبارکہ سے ثابت ہے اور میت دعا کی محتاج بھی ہوتی ہے اور اس سے انس بھی حاصل کرتی ہے۔اور میت کے ساتھ بھلائی کا یہ ایک بہترین عمل بھی ہے۔
آخر پر ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے بھی لوگ ایمان کی حالت میں اس دنیا سے جا چکے ہیں،ان کی بخشش ومغفرت فرمائے،اور جو اہل ایمان زندہ ہیں ان کی بھی۔آمین۔اللہ وحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ اللہ تعالی اس مختصر سے رسالہ کو میرے لئے اور میرے والدین اور اساتذہ اور معاونین کیلیے ذریعہ نجات بنائے۔

آمین. بجاه النبی الکریم ﷺ

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان
(القرآن)

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے' بات اُن کی

دُعا بعد نمازِ جنازہ

(دیوبندی اور نجدی علماء کے اقوال وافعال کی روشنی میں)

از

ابوالحقائق علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی
مہتمم دارالعلوم نقشبندیہ قلعہ دیدار مصطفےٰ ﷺ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد:

دعا' عبادت کا مغز ہے...... بندۂ مومن کا بارگاہِ خداوندی میں دَستِ سوال دراز کرنا' اپنی فروتنی' عجز وانکساری اور خدائے ذوالجلال کی عظمت و بلندی اور علوؔ و کبریائی کا اعتراف و اظہار ہے۔

بندہ محتاج ہے اور خدا محتاج الیہ...... دعا، التجاء اور نداء و پکار کے ساتھ بندہ اپنی حاجات، ضروریات اور آرزوئیں بارگاہِ صمدیّت میں جب پیش کر کے اپنی عبدیّت و نیازمندی کا کُھلم کھلا مظاہرہ کرتا ہے تو اللہ رَبُّ العزت اپنے بندہ پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر بندہ اس کی بارگاہِ لایزال میں عرض و معروض ترک کر دے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مستعانِ حقیقی سے کب مانگا جائے؟ کس وقت طلب کیا جائے؟...... وہ بندوں کو کس لمحہ نوازتا ہے؟ اور کس گھڑی عطا فرماتا ہے؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ جب بھی اسے پکارا جائے وہ پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہے اور اسے قبول فرماتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ ایک وقت میں سنتا ہو اور دوسرے وقت قُوّتِ سماعت سے محروم ہو جائے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اس کی شان، الآن کما کان ہے...... وہ ہر وقت' ہر لمحہ' ہر گھڑی' ہر ساعت اور اور ہر منٹ سنتا ہے...... خواہ اسے نمازوں سے قبل، نمازوں کے درمیان اور نمازوں کے بعد پکارا جائے وہ اس وقت بھی سنتا اور قبول کرتا ہے۔

لیکن بعض حضرات (دیوبندی اور نجدی علماء) دیگر اوقات میں تو دعا کے قائل

ہیں، نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے سے سختی سے روکتے ہیں...... اس مقالہ میں انہی کے اقوال اور اعمال کی روشنی میں اس اختلافی مسئلہ کا حل پیش خدمت ہے۔ انصاف سے پڑھیئے اور اپنے ضمیر کا فیصلہ دریافت کیجئے!......

پہلی آیتِ قرآنی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان الآیة (البقره ۱۸۶)

دیوبندی ترجمہ

دیوبندی مسلک کے حجۃ الاسلام محمود الحسن نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے "اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو سو میں تو قریب ہوں، قبول کرتا ہوں، دعا مانگنے والے کی دعا کو، جب مجھ سے دعا مانگے"۔ (موضح القرآن ص ۳۵)

۲۔ دیوبندیوں کے شیخ التفسیر محمد ادریس کاندھلوی نے لکھا ہے:

"دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں، جس وقت بھی وہ مجھ سے درخواست کرے"۔ (تفسیر معارف القرآن ۱/۲۸۹)

۳۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی نے لکھا ہے:

"میں اپنے بندوں سے قریب ہی ہوں جب بھی وہ دعا مانگتے ہیں، ان کی دعائیں قبول کرتا ہوں"۔ (تفسیر معارف القرآن ۱/۴۵۱)

۴۔ جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے:

''اور اے میرے نبی میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں' پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے' میں اس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں''۔ (ترجمہ' قرآن مجید مع مختصر حواشی ص ۵۱)

۵۔ دیو بندی اور نجدی حضرات کے مشترک بزرگ شاہ رفیع الدین دہلوی اس کا ترجمہ کرتے ہیں:

''اور جب سوال کریں تجھ کو بندے میرے مجھ سے' پس تحقیق میں نزدیک ہوں جواب دیتا ہوں' پکارنے کا' پکارنے والے کو جب پکارتا ہے مجھ کو...... (رفیع الشان ص ۳۲)

نجدی ترجمہ

نجدی مسلک کے ترجمان وحید الزمان غیر مقلد نے اس کا ترجمہ کیا ہے:

''اور (اے پیغمبر) جب میرے بندے تجھ سے میرا حال پوچھیں (کہ میں کہاں ہوں دور ہوں یا نزدیک' تو کہہ دے) میں نزدیک ہوں' جب کوئی دعا کرنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے' تو میں قبول کرتا ہوں''۔ (تفسیر وحیدی)

۶۔ اسی آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے وہابی پیشوا محمد جونا گڑھی نے لکھا ہے:

''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں' ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔ (قرآن کریم مع اُردو ترجمہ وتفسیر ص ۷۴، مطبوعہ سعودی عرب)

۷۔ وہابی حضرات کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد نے دوٹوک ترجمہ کیا ہے: ''البتہ پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں' نہ کسی خاص اور وقت میں' جب اور جس وقت

مجھے پکاریں اور مجھ سے مانگے فوراً حسب الحکمۃ اس کو قبول کرتا ہوں''۔

(حاشیہ وتفسیر ثنائی ص ۳۳)

نتیجۂ کلام

مخالفین کے ان تراجم سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ الوہیت میں جب بھی کوئی دعا کرنے والا دعا مانگتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور ہر پکارنے والے کی پکار کو قبول کیا جاتا ہے......اور اس کی جناب میں دعا مانگنا کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں، جب چاہو مانگو......شرعی طور پر کوئی ممانعت ورکاوٹ نہیں ہے۔

شانِ نزول: مخالفین کی معتبر تفسیر ''ابنِ کثیر'' میں لکھا ہے کہ:

صحابہ کرام نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کیا یا رسول اللہ! کس وقت دعا کرنی چاہیے؟ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ دعا کیلئے کوئی خاص وقت متعیّن نہیں جس وقت بھی دعا کرو سُنی جاتی ہے''۔(تفسیر ابن کثیر، جلد اوّل، پارہ دوم)

○ قاضی شوکانی (ممدوح وہابیہ) نے لکھا ہے کہ

جب یہ آیہ کریمہ اُتری وقال ربکم ادعونی استجب لکم ۔یعنی تمہارے پروردگار نے فرمایا کہ مجھ سے دعا مانگو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔تو لوگوں (صحابہ) نے کہا اگر ہم جانتے کہ کون سی گھڑی دعا کریں تو اچھا تھا تو یہ آیت مقدسہ اُتری ''واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الآیہ۔اس میں اذا دعان فرما کر جواب دیا کہ جب بھی چاہیں دعا کریں۔

(تفسیر فتح القدیر ا/۱۸۵)

ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ اس آیت کو اسی لئے نازل فرمایا گیا ہے کہ بندوں کو آگاہی ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنے کا کوئی ایک وقت مخصوص و متعیّن نہیں ہے۔ بلکہ بندۂ عاجز جب چاہے دعا کرے اللہ تعالیٰ کا باب اجابت، قبولیّت کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے اور وہ بندوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔

جب چاہو دعا مانگو

اس بات کی مزید وضاحت کیلئے دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے درج ذیل بیانات بغور پڑھیں۔

۱۔ عبدالرحمٰن اشرفی (دیوبندی) شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور نے لکھا ہے "ابوعثمان نہدی نے کہا کہ میں اس وقت کو خوب جانتا ہوں جب بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد کرتا ہے۔ یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟ فرمایا اس لئے کہ قرآن کریم کے وعدے کے مطابق جب کوئی بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد کرتے ہیں۔ اس لئے سب کو یہ سمجھ لینا آسان ہے کہ جس وقت ہم اللہ کی یاد میں مشغول ہوں گے تو اللہ تعالیٰ بھی یاد فرمائیں گے"۔ (نکات القرآن ۱/۳۹۶)

تو ظاہر ہے کہ ہم جب نماز جنازہ کے بعد خدا کو یاد کریں گے تو وہ ہمیں بھی یاد کرے گا۔

۲۔ سرفراز گکھڑوی دیوبندی کے بھائی صوفی عبدالحمید سواتی نے لکھا ہے:

"دعا چونکہ عبادت کا لب لباب، خلاصہ اور نچوڑ ہے اور اس کیلئے کوئی بھی وقت مقرر نہیں، ہر وقت دعا کر سکتا ہے"۔ (نماز مسنون کلاں ص ۷۸۰)

جب ہر وقت دُعا کر سکتا ہے تو جنازے کے بعد بھی کر سکتا ہے۔ شریعت نے

اس وقت دعا کرنے سے نہیں روکا۔ لہٰذا اس وقت دعا کرنے پر ناراض ہونا درست نہیں۔

۳۔ مولوی ابو سعید اللہ بخش ظفر استاذ جامعہ خیر المدارس ملتان نے لکھا ہے:

''قرآن پاک کی آیت ''اجیب دعوۃ الداع اذا دعان'' سے اگرچہ بظاہر عموم مکان وزمان معلوم ہوتا ہے لیکن احادیثِ طیبہ میں بعض اوقات اور بعض مقامات پر دعا کا اہتمام اور بعض مقامات پر دعا کرنے میں اجابتِ دعا کا باعث گردانا گیا ہے۔

(تحقیق الدعاء ص ۱۳،۱۴)

کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اس آیت نے بندے کو اختیار دے دیا ہے کہ وہ جب اور جہاں چاہے دعا کرے۔ شریعت نے اسے اجازت عطا فرمادی ہے۔

اس عبارت میں یہ کہا گیا ہے کہ اگرچہ بعض احادیثِ طیبہ میں رغبت دلائی گئی ہے کہ فلاں فلاں اوقات میں دعا کا اہتمام کرو' کیونکہ ان اوقات میں دعا قبول ہوتی ہے لیکن آیت ''اجیب دعوۃ الداع اذا دعان'' میں کسی وقت اور جگہ کو خاص نہیں کیا گیا بلکہ اس میں عموم ہے کہ جس وقت اور جس مقام پر چاہو دعا کرو' میں قبول کروں گا۔

یاد رہے اس کتابچہ پر دیوبندی اکابرین محمد حنیف جالندھری مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان' محمد صدیق مہتمم مدرسہ عربیہ امداد العلوم محمود کوٹ شہر' مفتی محمد انور اوکاڑوی' رئیس شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد' جامعہ خیر المدارس' ملتان' مفتی عبدالقدوس ترمذی' رئیس جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا کی تصدیقات وتائیدات موجود ہیں۔

دیوبندی مؤلف کا تضاد:

یہاں پر مؤلف مذکور کا تضاد بھی ملاحظہ ہو' لکھتا ہے:

''آیت میں عموم ہے' جس سے خاص حکم کا ثبوت نہیں ملتا''۔ (ص ۲۵)

اب انہیں چاہیئے تھا کہ یا تو آیت میں عموم کا قول نہ کرتے یا کسی آیت اور حدیث متواتر سے اس کی تخصیص ثابت کرتے' جب دونوں کام نہ کئے۔ یعنی نہ تو آیت کے عموم سے انکار کیا اور نہ ہی آیت کی تخصیص کا اظہار کیا' تو پھر حقیقت کا منہ چڑانے کیلئے اس تضاد بیانی کا کیا مقصد تھا؟...... ضد' عناد اور انکار؟...... اور بس...... حالانکہ واضح بات ہے کہ جب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کسی وقت اور مقام کو خاص نہیں کیا تو صرف مولوی صاحب کے یہ کہہ دینے سے کہ ''خاص حکم کا ثبوت نہیں ملتا''...... تخصیص نہیں ہو گی کیونکہ تخصیص کسی مولوی کے قول سے نہیں قرآن وحدیث کے دلائل سے ہوتی ہے۔ لہٰذا ان پر لازم ہے کہ وہ کسی آیت یا کسی حدیث متواتر سے ثابت کریں کہ فلاں وقت اور فلاں مقام پر دعا قبول نہیں ہوتی' یا نماز جنازہ کے بعد کی دعا کو فلاں جگہ پر منع کیا گیا ہے' تو درست ہے۔ ورنہ صرف ان کے قول سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ جبکہ قدرت نے ان کے قلم سے لکھوا بھی دیا ہے کہ ''آیت میں عموم ہے'' جب آیت میں عموم ہے تو اس کے عموم سے دعا بعد جنازہ کو کون سی دلیل خاص سے مخصوص کریں گے؟ کہنے کو انہوں نے پوری کتاب نماز جنازہ کے بعد دعا کے ناجائز ہونے پر لکھی ہے لیکن پوری کتاب میں سوائے قیاس آرائی' اٹکل پچو اور تضاد بیانی کے کچھ نہ کر سکے اور ہماری پہلی اور بنیادی دلیل میں عموم مان کر اپنی ساری کتاب پر پانی پھیر دیا ہے۔ سچ ہے:

؎ حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے

۴۔ مولوی محمد عبدہ الفلاح غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی ترغیب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دعا کو سنتا ہے۔

لہٰذا تمہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو"۔ (اشرف الحواشی ص ۳۵)

جب اللہ تعالیٰ ہر دعا کو سنتا ہے تو نماز جنازہ کے بعد کی دعا کو بھی ضرور سنتا ہے۔

۵۔ وہابی عالم محمد حنیف یزدانی نے لکھا ہے:

"دعا اسلام میں عبد اور معبود کے درمیان بالمشافہ گفتگو ہے...... کسی خاص زبان اور کسی خاص مقام پر دعا کرنا بھی ضروری نہیں۔ اللہ پاک ہر جگہ موجود ہے (لہٰذا بندہ) جس جگہ اور جس وقت چاہے دعا کر سکتا ہے۔ جس طرح اسلام میں عبادت کیلئے مساجد کی شرط ضروری نہیں بلکہ تمام سرزمین کو جائے عبادت قرار دے دیا ہے اسی طرح دعا کیلئے کسی خاص مقام کی شرط نہیں جو دعا توجہ، حضور قلب اور شوق والحاح سے کی جائے ضرور پوری ہوتی ہے۔ (آداب الدعآء ص ۷۹)

جب حضور قلب اور شوق والحاح سے کی گئی ہر دعا پوری ہوتی ہے تو ظاہر ہے جب اس شرط کے ساتھ جنازے کے بعد دعا کی جائے تو وہ بھی ضرور پوری ہوگی۔

۶۔ وہابی حضرات کے ترجمان ہفت روزہ "الاعتصام" میں ہے:

"تمام عبادتوں میں دعا ہی ایسی عبادت ہے جس کیلئے کوئی جگہ، دن یا وقت مقرر نہیں، بلکہ ہر لمحہ ہر گھڑی مانگنے کی اجازت ہے"۔ (الاعتصام ص ۱۰، ۱۱ نومبر ۱۹۹۴ء)

جب ہر لمحہ اور ہر گھڑی دعا مانگنے کی اجازت ہے تو اس اجازت سے نماز جنازہ کے بعد کی گھڑی اور لمحہ کس طرح خارج ہے۔ لہٰذا اس وقت بھی دعا کرنا جائز ہے۔

۷۔ مولوی اشرف سلیم غیر مقلد نے اس آیت کے تحت خطیبانہ نکات جھاڑتے ہوئے لکھا ہے کہ:...... اذا دعان سے معلوم ہوا کہ خدا کو پکارنے کا کوئی وقت معیّن نہیں کہ فلاں وقت سنتا ہے اور فلاں وقت نہیں سنتا، بلکہ اذا دعان کہہ کر فرمایا کہ میرا ایکسچینج ۲۴ گھنٹے

کھلا رہتا ہے جو چاہے مجھے ڈائریکٹ فون کرسکتا ہے اور فیس بھی کوئی نہیں ہے۔ یعنی صبح پکارو' شام پکارو' دوپہر پکارو' سویرے پکارو' اندھیرے پکارو' جنگل میں پکارو' اندر پکارو' خوشی کے وقت پکارو' غمی کے وقت پکارو' بیماری میں پکارو' صحت میں پکارو' نبی پکارے' ولی پکارے' شہید پکارے' امیر پکارے' غریب پکارے' شاہ پکارے' گدا پکارے' وکیل پکارے' وزیر پکارے' پیر پکارے' امام پکارے' مقتدی پکارے' بوڑھا پکارے' جوان پکارے' بچہ پکارے' مرد پکارے' عورت پکارے' مسلم پکارے' غیر مسلم پکارے' مشرق میں پکارے' مغرب میں پکارے' شمال میں پکارے' جنوب میں پکارے، خاکی پکارے' آبی پکارے' ادنیٰ پکارے' اعلیٰ پکارے' جب پکارے' جہاں پکارے' جس حال میں پکارے' جس زبان میں پکارے' اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارے) (برہان الواعظین ص٦)

اب واضح بات ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو ہر وقت پکارا جا سکتا ہے اور جس وقت چاہیں دعا کر سکتے ہیں' کوئی ممانعت نہیں' کوئی رکاوٹ نہیں کیونکہ اس کا ایکسچینج ہر وقت کھلا رہتا ہے اور وہ کسی فیس کا مطالبہ بھی نہیں کرتا' تو بتایا جائے کہ پھر مسلمانوں کو نماز جنازہ کے بعد دعا سے کیوں روکا جاتا ہے' کیا اس وقت اللہ تعالیٰ کا ایکسچینج بند ہو جاتا ہے یا وہ کسی بھاری فیس کا مطالبہ کرتا ہے' جس کی ادائیگی کی مخالفین میں ہمت نہیں ہے؟

تو معلوم ہوا جیسے ہر وقت دعا مانگنا درست ہے ایسے ہی جنازے کے بعد بھی دعا کرنا صحیح ہے۔

٨۔ اس کتاب کی تصدیق وہابی حضرات کے امام المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی نے بڑے زوردار الفاظ میں کی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ روپڑی صاحب نے بھی ہر

وقت دعا مانگنے کے جواز پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

ایک ضروری نکتہ:

درج بالا آیت کریمہ میں ''اذا'' کا کلمہ وارد ہوا ہے، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اجیب دعوۃ الداع اذا دعان'' (میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں، وہ جب بھی مجھ سے دعا کرے) وہابی حضرات کے محقق ابوسعید شرف الدین دہلوی کلمہ ''اذا'' کے متعلق لکھتے ہیں ''کلمہ اذا عام ہے اس سے اصطلاح شرعیہ میں موجبہ کلیہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسعید بن معلّٰی کو بلایا، وہ نماز میں تھے، نہ آئے، بعد نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ میں نے تم کو بلایا تھا تم کیوں نہیں آئے۔ انہوں نے نماز کا عُذر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیہ شریفہ یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم سے آپ کو بلانے پر فوراً آپ کے پاس آنے یا جواب دینے پر اس آیت سے استدلال کیا۔ فرمایا الم یقل اللّٰہ الخ۔ (صحیح بخاری ص ۶۸۳، جلد ۲) پس اذا سألتم اللّٰہ فاسئلوہ ببطون اکفکم سے بوقت دعا ہاتھ اٹھانا سُنّت سے ثابت ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو، دعا کرو، ہاتھ اٹھا کر مانگو اور خصوصاً بعد نماز فرض وقت اجابت کا ہے، ہاتھ اٹھا کر مانگو اور یہ بھی ثابت ہے کہ جب بندہ ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو خالی ہاتھ پھیرنے سے اس کو شرم آتی ہے۔ لہٰذا وہ ضرور دیتا ہے۔ (شرفیہ بر فتاویٰ ثنائیہ ۱/۵۰۴)

دہلوی صاحب نے اس بیان میں یہ ''نکتہ آفرینی'' فرمائی ہے کہ کلمہ اذا عموم کیلئے استعمال ہوتا ہے اور شرعی اصطلاح بھی یہی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ فرض نماز کے بعد کا وقت اجابت وقبولیّت کا وقت ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ جیسے عام حالات ولمحات میں دعا مانگنا درست ہے ویسے ہی فرض نماز کے بعد اور نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا صحیح ہے اور چونکہ نمازِ جنازہ بھی فرض ہے اس لئے اس فرض کی ادائیگی کے بعد دُعا مقامِ قبولیت حاصل کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی نہیں پھیرتا' جو مانگتے ہیں وہ ضرور دیتا ہے۔

گفتگو کا نتیجہ:

مخالفین کی عبارات اور اصول وقوانین سے روزِ روشن کی طرح واضح اور ثابت ہو گیا کہ شریعت نے دعا کو عام رکھا ہے۔ اس کیلئے کوئی وقت' لمحہ' گھڑی اور ساعت خاص نہیں جب چاہو مانگو' اللہ تعالیٰ کا بابِ قبولیت ہر وقت کُھلا ہے اور وہ ہر وقت دعا سنتا ہے۔ خصوصاً فرائض کے بعد ضرور عطا فرماتا ہے۔ لہٰذا نماز جنازہ کے بعد بھی اللہ تعالیٰ دعا سنتا ہے اور قبول فرماتا ہے۔ انکار کرنے والے حضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ ہمّت کریں اور..........

۱۔ کوئی ایک آیت یا صحیح، صریح، غیر معارض، مرفوع روایت پیش کریں، جس میں موجود ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت سنتا ہے لیکن جنازے کے بعد نہیں سنتا۔ (معاذ اللہ)

۲۔ وہ دعا ہر وقت قبول کرتا ہے' جنازے کے بعد رد کر دیتا ہے۔

۳۔ ہر وقت دعا مانگنا درست ہے' جنازے کے بعد بدعت اور ناجائز ہے۔

اگر قرآن وحدیث سے یہ نہیں دکھا سکتے اور یقیناً نہیں دکھا سکتے تو اپنے فتوؤں کا رُخ کسی اور جانب موڑ لیں۔ سادہ لَوح سُنی مسلمانوں کو بدعتی مت کہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق بدعت سے نہیں قرآن وسُنّت سے ہے اور ان کے متعلق جاری کیا گیا فتویٰ ان پر چسپاں نہیں ہوتا بلکہ لگانے والے کی طرف واپس لوٹ جاتا ہے۔ لہٰذا ہوش کے ناخن لیں!......

احادیث نبوی

سطورِ ذیل میں احادیث مبارکہ کے ضمن میں دیوبندی اور نجدی علماء کی تشریحات کی روشنی میں مسئلہ ہذا کی توضیح سپردِ قلم ہے۔ملاحظہ ہو!...........

۱۔ مولوی شرف الدین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''پس اذا سألتم الله فاسئلوہ ببطون اکفکم (یعنی جب تم اللہ سے سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے اندرونی حصّوں سے سوال کرو) سے ثابت ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو، دعا کرو، ہاتھ اٹھا کر مانگو اور خصوصاً بعد نماز فرض وقت اجابت دعا کا ہے۔

(شرفیہ بر فتاویٰ ثنائیہ ۱/۵۰۴)

یعنی گو اس حدیث میں بعد نماز فرض کا جملہ نہیں لیکن اذا کا کلمہ اس وقت کو بھی شامل ہے اور فرض نماز کے بعد بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہے۔تو معلوم ہوا جیسے ''اذا'' کا کلمہ فرض نماز کے بعد کی دعا کو شامل ہو کر اسے جائز قرار دیتا ہے، ایسے ہی ''بعد نماز جنازہ'' کی دعا کو شامل ہو کر اسے بھی جائز قرار دیتا ہے تو نمازِ جنازہ کے بعد بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہوا۔اس کی ممانعت اور عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

۲۔ مولوی بشیر الرحمٰن سلفی نے لکھا ہے:

''رسول معظّم کا فرمان ہے کہ الدعا ھوا العبادۃ یعنی دعا ہی عبادت ہے۔ الفاظ یوں بھی منقول ہیں کہ دعا ہی عبادت کا مغز، اصل اور روح ہے۔گویا دعا کے بغیر کوئی بھی عبادت بے جان ہوگی اور بے مقصد ...... وغیر مقبول ...... اس لئے قرآن مجید نے سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر (۷۹۔۱۸۷) میں اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس

سے مقاما محمودا ...... تک فرض نماز کی تاکید اوقات کی تصریح اور نوافل کی توضیح کے بعد آیت نمبر (۱۸۰) میں قل رب ادخلنی مدخل صدق (الخ) میں دعا کی اس قدر ضرورت پر تلمیح ارشاد فرمائی ہے جو اہلِ بصیرت کیلئے قابلِ قدر تلویح ہے۔ گویا نماز کے بعد اصل روح دعا ہی ہے۔ (الدعاص ۱۴)

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد اصل روح دعا ہے اور اس کے بغیر ہر عبادت بے جان' بے مقصد اور غیر مقبول ہے۔ تو جب ہر عبادت اور ہر نماز کی روح اور جان نماز کے بعد دعا مانگنا ہے تو مخالفین نمازِ جنازہ کے بعد دعا نہ مانگ کر اسے بے جان' بے روح' بے مقصد اور نامقبول کیوں بناتے ہیں؟...... ہماری گذارش ہے کہ وہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگ کر اسے جاندار' با مقصد اور مقبول و منظور بنائیں...... تاکہ ان کا نمازِ جنازہ کار آمد ثابت ہو کر فوت شدہ کیلئے بخشش کا سامان اور نجات کا ذریعہ بن سکے۔ (اگر ان کے عقائد بھی درست ہوں تو)

۳۔ یہی بشیر صاحب لکھتے ہیں:

حدیث نمبر ا: عن عبد الله ابن الزبير انه راى رجلا رافعا يديه قبل ان يفرغ من صلوته فلما فرغ منها قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع حتى يفرغ من صلوته ۔ رجاله ثقات (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی شریف ص ۲۴۵، جلد ا، بحوالہ مجمع الزوائد و معجم الطبرانی، فتاویٰ ثنائیہ ص ۵۱۱، جلد ا)

ترجمہ: "ایک آدمی نے نماز سے قبل از فراغت ہی ہاتھ اٹھا دیئے تو عبداللہ بن زبیر نے اسے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نماز کے بعد دعا کیلئے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے"۔

اس حدیث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے کہ نمازوں کے بعد

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور روزمرہ کا معمول تھا۔ اگرچہ کسی بھی نماز کے بعد دعا کی جاسکتی ہے مگر فرضوں کے بعد تو قبولیت کا وقت ہے لہٰذا فرضوں کے بعد تو آنحضرت علیہ السلام ہاتھ اٹھا کر ہی دعا فرمایا کرتے تھے۔ یہ حدیث بالکل صحیح اور قابل اعتبار وثقہ ہے۔ کتنے ہی اہلِ علم نے اس حدیث کو اسی مفہوم کے تناظر میں دیکھا ہے جو ہم نے بیان کئے مگر دماغ میں سودائے انکار سمایا ہوا ہو تو ایسی نکتہ آفرینیاں اور پھُل جھڑیاں ہی چھوٹیں گی۔ اعاذنا اللہ من ھذہ الجھالۃ ۔(الدعا ص ۱۶، ۱۷)

اس پیراگراف اور بشیر صاحب کے وضاحتی نوٹ سے روشن ہو گیا کہ:

- نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا نبی اکرم علیہ السّلام کی سُنّت اور روزمرہ کا معمول تھا۔
- کسی بھی نماز کے بعد دعا کی جاسکتی ہے۔
- حدیث مذکور کا یہ مفہوم صرف بشیر صاحب کا ہی اخذ کردہ نہیں، کتنے ہی وہابی مسلک کے اہلِ علم نے اس حدیث کے تحت یہی بات بیان کی ہے۔

تو ظاہر ہے جب کسی بھی نماز کے بعد دعا کی جاسکتی ہے تو نمازِ جنازہ کے بعد بھی دعا ہو سکتی ہے۔ اس کے ناجائز ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔

۴۔ بشیر الرحمٰن مزید لکھتے ہیں:

حدیث نمبر ۳: "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ رفع بعد ما سلم و فی روایۃ کان یدعوا فی د بر صلوٰۃ الظھر"۔

(شرح ترمذی شریف تحفۃ الاحوذی ص ۲۴۵، جلد ۱، تفسیر ابن کثیر ص ۵۴۲، جلد ۱)

ترجمہ: نبیٔ رحمت علیہ السّلام ظہر کے بعد بھی ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے تھے۔

اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہ آنحضرت کا معمول زندگی بیان فرماتے ہیں۔ اس میں ظہر کا لفظ کسی تخصیص کا مظہر نہیں۔حق یہ ہے کہ آنحضرت ہر نماز فرض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے تھے۔(الدعاء ص ۱۹)

گویا کہنا یہ چاہتے ہیں کہ گو حدیث پاک میں ظہر کے بعد کا لفظ ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ نے صرف ظہر کے بعد ہی دعا مانگی ......لفظ ظہر سے صرف نماز ظہر مراد نہیں ۔ بلکہ ہر فرض نماز مراد ہے۔لہٰذا ہر فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے' تو کہنے دیا جائے کہ اگر لفظ ''ظہر'' سے صرف نمازِ ظہر مراد نہیں تو صرف ''ظہر'' کے لفظ سے پنجگانہ نمازوں کو ہی کیوں خاص کر لیا جائے ؟......اس لفظ کو اسم جنس کے طور پر فرض نماز کیلئے کیوں نہ مستعار لے لیا جائے تا کہ تقریب تام ہو اور نمازِ جنازہ بھی فرض نماز قرار پا کر اس میں شامل ہو جائے اور واضح ہو جائے کہ ہر فرض نماز کے بعد دعا کرنا سنت ہے۔ لہٰذا نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کرنا بھی سُنّت ہے۔

۵۔ مزید لکھا ہے:

''دعا کا یہ مذکورہ عمل آنحضرت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ہر نمازی کیلئے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی ترغیب بھی رسول اللہ علیہ السّلام نے ارشاد فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو: عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوۃ . الخ (شرح ترمذی تحفۃ الاحوذی ص ۲۴۵، جلد ا، بحوالہ ابوبکر احمد بن محمد السنی، عمل الیوم واللیلۃ)

ترجمہ: ہر (فرض) نماز کے بعد جو بھی آدمی اللہ پاک کے سامنے ہاتھ پھیلائے گا اور اس طرح دعا کرے گا تو اللہ ربّ العزت اسے کبھی ناکام نہیں کریں گے۔اس حدیث میں ہر

نمازی کو بعد اَز نماز ہاتھ پھیلا کر دعا کرنے کی ترغیب ارشاد فرمائی' کیونکہ قبولیّتِ خاصہ کا وقت ہے۔(الدعا،ص ۲۱)

معلوم ہوا ہر نمازی کو بعد از نماز' دعا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے کیونکہ وہ قبولیّت دعا کا خاص وقت ہے۔ جب ہر نمازی کو بعد اَز نماز دعا کرنی چاہیئے اور وہ دعا قبول بھی ہوتی ہے تو نماز جنازہ پڑھنے والا بھی تو نمازی ہی ہے اور ''ہر نمازی'' میں اس کا بھی حساب وشمار ہے۔لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں اگر وہ بھی نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگے تو اس کی دعا بھی ضرور قبول ہوگی۔

آخر کیا وجہ ہے کہ اس حدیث سے پنجگانہ فرض نمازوں کے بعد دعا کا اثبات کیا جاتا ہے اور نماز جنازہ کے بعد دعا کا انکار کیا جاتا ہے۔اس کے جواب میں وہی جملے کافی ہیں جو بشیر صاحب نے عام فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے والوں کو' منع کرنے والوں کے متعلق کہتے ہیں کہ ''حق تو یہ ہے کہ دعا کرنا تمام فرضوں سے بڑا فرض ہے......کوئی جرم تو نہیں جو ان احادیث کی آڑ میں کیا جارہا ہے۔آخر اللہ پاک کے سامنے ہاتھ پھیلانے کا سوال ہے جو بے دعا مولوی کیلئے ناقابل معافی جرم ہو تو ہو عام مسلمانوں کیلئے نہیں۔عام مسلمان تو اللہ پاک سے ہر وقت دعا گو رہتا ہے۔(الحمدللہ)(الدعا ص ۲۲)

لہٰذا جنازہ کے بعد دعا کرنا دیوبندی، وہابی علماء کے نزدیک جُرم ہو تو ہو عام مسلمانوں کے نزدیک یہ کوئی جرم نہیں' کیونکہ دُعا عبادت کا مغز ہے۔اس لئے مسلمان جنازے کے بعد بھی دعا گو رہتا ہے اور عبادت کو جاندار بناتا ہے۔

ایک شُبہ کا حل:

بشیر صاحب نے احادیث مبارکہ کی روشنی میں اس بات کو روزِ روشن کی طرح

واضح کر دیا کہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اور دعا کے بغیر ہر عبادت بے جان، بے روح، بے مقصد اور نا مقبول ہے۔ لیکن ص ۴۴ پر پہنچ کر انہیں اپنے مسلک کے "تحفظ" کا خیال آیا تو انہوں نے سینہ زوری سے "نماز جنازہ کے بعد دعا" کے عنوان سے سوال و جواب کے انداز میں اسے غیر مسنون کہنے کی "جرأت ناروا" فرمائی۔ جس کی بنیاد محض قیاس آرائی، تضاد بیانی اور مَن مانی پر ہے اور بس۔ ورنہ اب تک وہ جس چیز کا شکوہ عام نمازوں کے بعد دعا سے روکنے والوں سے کرتے رہے ہیں۔ یہاں آکر وہ خود اپنے اس شکوے کی زَد میں آ گئے ہیں اور انہوں نے اپنے اصول و قانون کو بھی بڑی بے دَردی سے رد کر دیا ہے۔

انہوں نے تین جواب لکھے ہیں اور قدرت کا کرشمہ دیکھئے!...... کہ دو جوابوں کو انہوں نے خود ہی "نقلی" قرار دے دیا ہے اور تیسرے جواب کو "اصلی" قرار دیا ہے۔ جس میں کہا ہے کہ کسی نماز میں سلام کے فوراً بعد دعا کرنا غیر مسنون ہے۔ (ص ۴۵)

اب اس کا سیدھا سا مفہوم یہی بنتا ہے کہ اگر کسی نماز میں سلام کے فوراً بعد کچھ پڑھ کر دعا مانگ لی جائے تو وہ مسنون ہے تو اس جملہ سے بھی نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا جائز اور مسنون ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم اہلسنّت و جماعت سلام کے فوراً بعد کچھ پڑھ کر (فاتحہ، اخلاص اور درود شریف وغیرہ) مختصراً دعا کر لیتے ہیں۔

دوسرے: بشیر صاحب کی پوری کتاب میں کسی حدیث شریف سے یہ قانون کُلّی نہیں ملتا کہ سلام کے فوراً بعد دعا مانگنا غیر مسنون ہے۔ ان کی پیش کردہ روایات میں نماز کے فوراً بعد دعا ثابت ہوتی ہے۔ حقیقت جاننے کیلئے ان کی کتاب کو دیکھا جا سکتا ہے۔

تیسرے: بشیر صاحب نے ص ۴۲ پر جس کتاب سے نماز کی دعائیں ملاحظہ کرنے کا

اشارہ کیا ہے۔اسی کتاب یعنی ''پیارے رسول کی پیاری دعائیں'' کے ص ۳۰ پر رسول اللہ کا حضرت معاذ کو نماز کے بعد ''رب اعنی علی ذکرک و شکرک و حسن عبـــادتک '' کے دعائیہ کلمات سکھانے کا ذکر تو ہے' لیکن اس سے پہلے کسی اور ذکر کا اشارہ تک نہیں اور ایسے ہی مسلم ۱/ ۲۱۸ اور مشکوٰۃ ص ۸۸، ۸۹ پر ایسی متعدد روایات ہیں جن میں سلام کے بعد دعا کا ذکر تو ہے۔لیکن درمیان میں کسی اور شئی کا ذکر نہیں ہے۔خود ان کی اس کتاب کے ص ۱۶، ۱۷، ۴۴، ۲۱، ۲۲ و دیگر مقامات سے بھی واضح ہے کہ سلام کے فوراً بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے اور ترغیب بھی دی ہے۔

معلوم ہوا نماز کے بعد دعا سے پہلے ذکر کو ضروری قرار دینا ایجادِ بندہ خُود ساختہ اور منگھڑت ہے۔

چوتھے :اور پھر لطف یہ کہ بشیر صاحب نے اس مضمون کے آخر میں مان ہی لیا کہ ''سوائے اس کے کہ دعا کے یہ طبعی اور فطری تقاضے ہیں کہ نماز میں تو ماثور و مسنون دعائیں ہی ہوں اور بعد ازاں اپنے مناسبِ حال اپنی زبان میں اپنے خیالات' حاجات اور ضرورتیں پیشِ نظر رکھتے ہوئے کہ یہ وقت بھی قبولیّت کا وقت ہے۔دعائے قبر کی طرح للہ الحمد وھو الموفق للصواب (ص ۴۵)

یقین کرلیں کہ ہم بھی قبولیت کا وقت سمجھ کر ہی جنازہ کے بعد دعا کرتے ہیں جو کہ جائز ہے اور وہابیوں کے تراشیدہ اصول بھی اس کے مؤید ہیں۔

نوٹ :بشیر صاحب کی کتاب الدعآ کی تصدیق مولوی عبدالحمید' مدرس جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ' اور مولوی خالد گرجاکھی نے کی ہے۔جس سے واضح ہے کہ ان دونوں کا بھی وہی موقف ہے جو صاحب کتاب نے پیش کیا ہے۔و للہ الحمد............

۶۔ حکیم عبدالرحمٰن عثمانی کی تالیف ''فرض نماز کے بعد دعا کی اہمیت'' جس پر وہابی اکابرین مثلاً محمد اسحاق بھٹی، یحیٰی عزیز میر محمدی، معین الدین لکھوی، سلیم اللہ عزیز اعوان، عبدالحلیم اوکاڑہ، عبدالرشید مجاہد آبادی، محمد عثمان مدنی کی تائیدات وتصدیقات ہیں۔ گو عبدالرحمٰن عثمانی کی اپنی بات کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہ ہوتی، لیکن ان حضرات کی توثیق نے کتاب کی اہمیت پر مُہرِ تصدیق ثابت کردی ہے۔ اس لئے اس پر مختصر تبصرہ درج ذیل ہے۔

○...... ص۲۲اور ص۲۳ پر پانچ آیات اور سات روایات لکھ کر کہا'' لہٰذا فرض نماز کے بعد جو کہ قبولیت کا وقت ہے دعا مانگنا نہایت مستحسن اور افضل عمل ہے''۔

مؤلف کی پیش کردہ آیات و روایات میں مُطلق دعا مانگنے کا حکم وترغیب ہے، ان میں فرض کے بعد کی صراحت نہیں، جس سے واضح ہوا کہ اگر دیگر فرض نمازوں کے بعد '' دعا مانگنا نہایت مُستحسن اور افضل عمل ہے'' تو نمازِ جنازہ جو کہ فرض ہے کے بعد بھی دعا مانگنا مستحسن اور افضل عمل ہے۔ ورنہ منکرین اس کا استثناء اور نفی دکھائیں۔

○...... ص۲۹ پر لکھا ہے'' نماز کے بعد دعا کی قبولیت کا وقت، اس وقت میں وہ عمل جس کے متعلق کہا گیا۔ الدعا مخ العبادہ (الحدیث) دُعا عبادت کا مغز ہے۔ نیز الدعا ھو العبادۃ (الحدیث) درحقیقت اصل عبادت دعا ہی ہے۔ وغیرہ سے روکنا (اگرچہ روکنے کا انداز اور سوچ مصلحانہ ہے) دراصل شیطان کے کسی بڑے حربے کی ابتداء ہے''۔

ان احادیث میں دعا مانگنے کی مطلق بات ہو رہی ہے۔ مؤلف نے اسے فرض نمازوں کے بعد کی دعا کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اگر اس سے دیگر فرض نمازوں کے بعد کی دعا مراد ہو سکتی ہے تو ظاہر ہے جنازے کے بعد کی دعا بھی شامل ہے۔ لہٰذا اس سے

روکنے والوں کو کیا نام دیا جائے؟...... کیا وہ بھی شیطان کے کسی بڑے حربے کو استعمال کر کے عوام النّاس کو گمراہ کر رہے ہیں؟

○...... ص ۳۷ پر لکھا ہے ''حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ختم المرسلین (ﷺ) نے فرمایا جس مسلمان نے فرض نماز ادا کی اور جس نے قرآن ختم کیا دونوں کیلئے (اختتام پر اللہ تعالیٰ کے ہاں) مقبول دعا لکھ دی گئی ہے''۔

یعنی فرض نماز اور تلاوتِ قرآن کے اختتام پر کی جانے والی دعا مقبول دعا ہے۔ اس حدیث سے بھی واضح ہے کہ نماز کے بعد دُعا مقبول ہوتی ہے۔

○...... ص ۵۱ پر لکھا ہے ''نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سُنّتِ مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہے''۔ پھر اس پر پانچ احادیث تحریر کی ہیں۔

○...... ص ۶۶ اور ص ۶۷ پر موصوف ''اجتماعی دعا کی اہمیّت اور فضیلت'' کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) حضرت حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے خُود سنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا: **لا یجتمع ملاء فید عو بعضهم و یومن سائرهم الا اجابهم الله** ۔رجاله رجال صحیح ۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۱۷۰، جلد ۱۰)

ترجمہ: مسلمانوں کی اجتماعی دعا کا طریقہ یہ ہوگا کہ ایک آدمی دُعا کرے گا اور باقی تمام آمین آمین کہیں گے (جب ایسا اجتماعی عمل ہوگا) تو اللہ تعالیٰ دعا قبول فرما لیتے ہیں۔

(۲) ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''**ما رفع قوم اکفهم الی الله عزوجل یسئالون**

شیئاً ان کان حقا علی اللہ ان یضع فی ایدیھم الذی سالوا"۔

(یہ حدیث بالکل صحیح ہے)(طبرانی مجمع الزوائد جلد ۱۰، ص ۱۶۹)

ترجمہ: "کوئی قوم جب اللہ عزّوجل کے حضور ہاتھ اٹھا کر (اجتماعی) دعا کرتی ہے تو اللہ کریم پر فرض ہو جاتا ہے کہ جو چیز وہ مانگ رہے ہیں وہ اٹھے ہوئے ہاتھوں میں عطا کردے"۔

(۳) اجتماعی دعا کی ایک تیسری دلیل بھی ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں "(نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کیلئے دعا کی) فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعواو رفع الناس ایدیھم مع رسول اللہ یدعون۔ (بخاری شریف جلد ۱، ص ۱۴۰)

ترجمہ: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا شروع کی تو لوگوں نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے) بغیر کسی کے کہے خود بخود ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا میں شرکت کی"۔

(۴) ایک حدیث مبارکہ مزید عرض کئے دیتا ہوں جو کہ اجتماعی دعا پر زبردست دلیل ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ سے مدینہ منورہ دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ وارد ہوئے۔ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لے گئے تھے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی خیبر پہنچے اور نجاشی کا پیغام دیا اور دعائے مغفرت کی درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور ہاتھ اُٹھا کر دعا کی تو حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی ساتھ ہی دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر آمین آمین بلند آواز سے کہا۔ (بحوالہ رحمت دارین ﷺ کے سوشیدائی، از طالب ہاشمی)

محترم مولانا صاحب! یہ احادیث اجتماعی دعا پر زبردست دلیل ہیں جنکا انکار کوئی بھی ذی

شعور نہیں کر سکتا۔اب اگر نماز کے بعد یا عام حالات کی تخصیص اس موقع پر کی جائے تو سوائے خود ساختہ تاویل کے اور کچھ نہیں کیونکہ فرمایا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعی دعا کا طریقہ یہ ہوگا۔(الخ) اب یہ اجتماعی دعا کا خاص وقت یا موقع مختص نہیں کیا گیا وہ نماز کے بعد ہو یا عام حالات میں اسی طرح جب بھی کوئی قوم اللہ کے حضور ہاتھ اٹھائے گی......الخ یعنی فرد کا ہاتھ اٹھانا انفرادی عمل اور قوم کا ہاتھ اٹھانا اجتماعی عمل ہے۔اب یہ اجتماعی عمل کسی وقت بھی یعنی نماز سے پہلے یا بعد کیا جائے اس کی کوئی تخصیص نہیں ہے"۔

وہابی مؤلف کی اس طویل عبارت اور وضاحت سے معلوم ہوا کہ جب بھی کوئی قوم بارگاہِ خداوندی میں دَستِ سوال دراز کرے تو اس کی دعا کو قبول کیا جائے گا' ان کا سوال پورا ہوگا خواہ نماز سے بعد یا عام حالات میں۔ایسے ہی خواہ کوئی نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرے تو بھی مقبول ہوگی۔

(۵) غیر مقلدین کے ابوصہیب مولوی داؤ دارشد نے لکھا ہے:

انسان کی وفات کے بعد اس کیلئے مغفرت کی دعا کرنا حُسنِ سلوک کے قبیل سے ہے۔اس کیلئے کوئی خاص وقت متعیّن نہیں۔انفرادی صورت میں انسان اس کیلئے جب چاہے دعا کر سکتا ہے۔اس میں کوئی شرعی روک ٹوک اور برائی نہیں ہے بلکہ کتاب وسُنّت سے ان کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

ربنا اغفرلی ولوالدی و للمومنین یوم یقوم الحساب (ابراہیم آیت ۴۱)

ترجمہ:"اے ہمارے پروردگار قیامت کے دن مجھے اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کو بخش دو"۔۱۴۔۱۴۔۱۴

والذین جآؤو من بعد هم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین

سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم (الحشر،۱۰)

ترجمہ: "(وہ یہ) دعا کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ پیدا نہ ہونے دے اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ ۵۹۔ ۱۰

رب اغفرلی والوالدی ولمن دخل بیتی مومناً وللمومنین والمومنات ولا تزد الظالمین الا تبارا۔

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار مجھے اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لا کر میرے گھر میں داخل ہوئے اور تمام مومن مرد اور ایمان والی عورتوں کو معاف فرما اور ظالم لوگوں کیلئے اور زیادہ تباہی بڑھا۔ ۷۱۔ ۲۸

ان آیات کے ساتھ اس فرمانِ نبوی کو بھی شامل کر لیجئے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة ، من صدقة جارية او علم ينتفح به او ولدصاع يدعوله" جب انسان وفات پا جاتا ہے اس کیلئے اعمال (کا ثواب) منقطع ہو جاتا ہے مگر تین (عملوں کا ثواب جاری رہتا ہے) صدقہ جاریہ، علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں یا نیک اولاد جو ولی کیلئے (مغفرت کی) دعا کرے۔ صحیح مسلم شریف ص ۴۱، جلد ۲

ان نصوصِ شرعیہ سے ثابت ہوا کہ میّت کے حق میں دُعا مفید ہے۔ لیکن اجتماعی طور پر میت کیلئے دعا کا ثبوت صرف نمازِ جنازہ اور دفن کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر کرنے کی صورت میں ہی ہے۔ (دین الباطل ۲/ ۲۳۸، ۲۳۷)

مولوی داؤد ارشد کا ان پیش کردہ آیات وحدیث کی وجہ سے یہ کہنا کہ میّت کیلئے دعائے مغفرت کا کوئی وقت متعیّن نہیں۔ انسان جب چاہے دعا کر سکتا ہے۔ اور پھر اسے انفرادی صورت کے ساتھ مشروط کرنا اس بات کو روزِ روشن کی طرح واضح کر رہا ہے کہ میّت کیلئے جب چاہے دعا کر سکتا ہے تو اگر کوئی جنازے کے بعد چاہے تو بھی دعائے مغفرت درست ہے۔ انفرادی صورت میں جائز ہے۔

لیکن ان کے پیش کردہ دلائل میں انفرادی کی کوئی قید نہیں۔ یہ محض انہوں نے اپنے نجدی دھرم کو بچانے کی غرض سے کہا ہے۔ ورنہ وہ قرآن وحدیث سے دکھائیں کہ میّت کیلئے اجتماعی دعا نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا قرآن وحدیث کے دلائل سے معلوم ہوا انسان جب چاہے میّت کیلئے انفرادی اور اجتماعی دعا کر سکتا ہے اور ان اوقات میں نمازِ جنازہ کے بعد کا وقت بھی شامل ہے۔

منکرین کو اگر بعد نمازِ جنازہ اجتماعی دعا سے کچھ زیادہ ہی بغض وعناد ہے تو وہ کم از کم اس بات کی تصریح تو کر دیں کہ جنازے کے بعد انفرادی طور پر دعا مانگنا درست ہے لیکن ان کا بعد جنازہ انفرادی دعا کو تسلیم نہ کرنا اور اجتماعی دعا کی نفی وتردید نہ دکھانا اور پھر اس کا رد کرنا محض سینہ زوری، من مانی اور شریعت سازی ہے۔

اور پھر داؤد صاحب کا آخری جملہ بھی ذُو معنی اور جہالت کی پیداوار ہے۔ مثلاً ''اجتماعی طور پر میّت کیلئے دعا کا ثبوت صرف نمازِ جنازہ اور دفن کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر کرنے کی صورت میں ہی ہے'' اس جملہ میں ''نمازِ جنازہ اور دفن کے بعد'' سے یہ بات بھی مترشح ہو رہی ہے کہ وہ تسلیم کر رہیں کہ نمازِ جنازہ کے بعد اور دفن کے بعد اجتماعی دعا کرنا ثابت ہے۔ اہلِ ذوق ان کا جملہ دوبارہ پڑھیں اور اس پر غور وخوض کریں۔ انہوں

نے یہ مضمون اجتماعی دعا بعد جنازہ کے ردّ میں لکھا ہے لیکن وہی مضمون ان کے اس ایک جملے کی وجہ سے اُن کے گلے پڑ گیا ہے۔

اور طُرفہ یہ کہ وہ اہلحدیث کہلا کر حدیث کی معروف کُتب سے بھی بالکل نابَلد اور تہی دامن ہیں کہ ان کا صرف ان دو موقعوں پر اجتماعی دعا کو خاص کر دینا نہایت بُری جہالت کی خبر دیتا ہے کیونکہ مسلم شریف ۲/ ۶۸ پر موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک کے وصال کے دوسرے یا تیسرے دن صحابہ کرام کو ساتھ ملا کر اجتماعی دعا فرمائی تھی۔ حدیث کا یہ جملہ قابلِ غور ہے۔

استغفر وا لماعز بن مالک

ترجمہ ''تم سب ماعز بن مالک کیلئے دعا کرو''۔

دفن سے قبل اور اس کے علاوہ بھی میّت کیلئے اجتماعی دعا درست ہے۔

(بخاری ۱۴/۱،۵۲)

معلوم ہوا وہابیوں کا علمِ حدیث نہایت سطحی اور دریں مسئلہ ان کا احناف کو طعنہ دینا نہایت بوکھلاہٹ اور بیوقوفی ہے۔ معلوم ہوا کہ میّت کیلئے اجتماعی دعا کسی وقت بھی ہو سکتی ہے۔

داوٗد ارشد کی حدیث میں زبردست تحریف لفظی:

مولوی داوٗد ارشد (درحقیقت اضل وافسد) اپنے جہل، خبط اور عدم تدبّر کے بُل بوتے آستین چڑہائے حکیم الامّت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ کا ردّ کرنے چلا ہے اور لکھتا ہے ''مفتی صاحب...... قرآن وحدیث کا مفہوم بگاڑنے اور اپنی طرف سے

حک واضافہ کرتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں کرتے، تحریف میں وہ اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ (دین الباطل ۲/۶۵)

لیکن اس داؤد نے اپنے ان جملوں کا خود کو صحیح مصداق یوں ثابت کیا ہے کہ مُسلم شریف ۲/۴۱ سے حدیث اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الحدیث کو زبردست تحریف اور اشارات کے اضافہ کے ساتھ درج کر کے ثابت کر دیا کہ حدیث میں حک و اضافہ اور تحریف میں اجتہاد کا درجہ واقعی وہابیوں کو اور بالخصوص مولوی داؤد اور اس کے استاد مولوی یحیٰ گوندلوی کو حاصل ہے۔ بلکہ اگر انہیں اس فن کا مجدّد کہہ لیا جائے تو بھی بے جا نہ ہوگا۔ اگر داؤد سچا ہے تو اپنی درج کردہ روایت بلفظہٖ وباشارتہٖ محولہ کتاب سے دکھائے اور یحیٰ گوندلوی کا درج کردہ بُت پر مکھی چڑھانے والا واقعہ (عقیدہ مُسلم ص ۱۵۵) صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے ثابت کرے...... لیکن یہ اس کے بس کا روگ نہیں، کیونکہ:

ع...... یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اور داؤد کی کتاب "دین الحق بجواب جآء الحق" کو اسی پر قیاس کر کے کہا جا سکتا ہے۔

ع...... ایں خانہ ہمہ آفتاب است

وہابیوں کے مایۂ ناز فرزند کا یہ حال ہے تو

ع...... جس کی بہار یہ ہو سو اس کی خزاں نہ پوچھ

ایک حیرت انگیز انکشاف:

جی چاہتا ہے کہ یہاں لگے ہاتھوں موقع کی مناسبت سے ایک حیرت انگیز انکشاف بھی کر دیا جائے تا کہ کتاب مذکور کی حقیقت عالم آشکارا ہو جائے اور یہ اس لئے

بھی ضروری ہے کہ مولوی یحییٰ گوندلوی' حافظ ثناء اللہ زاہدی' عبدالغفار روپڑی' عبدالرشید اظہر' مبشّر ربّانی' عبدالرحمٰن عابد بالخصوص اور دیگر اکابر و اصاغر نجد اس کتاب کو بڑے طمطراق سے پیش کر رہے ہیں۔ اس انکشاف کے بعد وہ بھی اس پر بغلیں بجانے کی بجائے بغلیں جھانکنے لگیں گے۔ وہ بات یہ ہے کہ بطور ٹیسٹ آپ داؤد کی کتاب "دین الباطل" کا جلد دوم ص ۲۳۷ اور مولوی سرفراز گکھڑوی کی "راہِ سنّت" کا ص ۲۰۵ نکال کر نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کا مسئلہ تقابل کے ساتھ بغور پڑھیں اور پھر دیکھیں کہ داؤد ارشد شاگرد رشید مولوی یحییٰ گوندلوی نے کس قدر اناڑی پن کے ساتھ مولوی سرفراز کے کلام کا سُرقہ کیا اور اسے اپنے الفاظ میں ڈھالنے کی پوری کوشش کی ہے لیکن ہم نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا ہے...... گویا:

ع...... وہ جہاں جا کے ڈوبے ہم نے وہیں دیکھ لیا

اہلِ تحقیق دونوں کتابوں کا موازنہ پورے شرح صدر سے فرمائیں۔ اس قسم کے "چور" حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ کی تردید میں سرگرداں ہیں۔

ع...... ہوا مینڈکی کو زکام اللہ اللہ

غیر مقلد و دیوبندی علماء کے اقوال و افعال

سطورِ ذیل میں دیوبندی اور غیر مقلد حضرات کے اصول و قانون' قواعد و ضوابط اور اقوال و افعال کی روشنی میں "دعا بعد نمازِ جنازہ" کی توضیح پیشِ نظر ہے۔

غیر مقلد علماء کے اقوال:

۱۔ مولوی محمد اسماعیل سلفی نے لکھا ہے

"میّت کیلئے دعا ہر وقت بِلا تخصیص کی جا سکتی ہے"۔ (فتاویٰ سلفیہ ص ۲۳)

جب دعا کیلئے وقت کی تخصیص نہیں تو پھر نماز جنازہ کے بعد دعا سے کیوں روکا جاتا ہے؟ لہٰذا اس وقت بھی دُعا ہو سکتی ہے۔

۲۔ مولوی ابوالبرکات احمد نے لکھا ہے:

"میّت پر جب چاہیں دعا مانگیں، گھر والے جب بھی دعا کریں، خواہ نماز کے بعد ہو یا آگے پیچھے سب جائز ہے"۔ (فتاویٰ برکاتیہ ص ۱۴۷)

جب میّت کیلئے سب اوقات میں دُعا مانگنا جائز ہے تو بعد نمازِ جنازہ پر چیں بجبین کیوں ہوتے ہیں؟

۳۔ مولوی بشیر الرحمٰن سلفی نے لکھا ہے:

"قبولیّت کا وقت ہر نمازی کیلئے ہے لہٰذا ہر نمازی کو دعا کرنا ہی چاہیئے"۔ (الدعا، ص ۲۴)

جب ہر نمازی کو دعا کرنا ہی چاہیئے تو جنازہ کے نمازی کو بھی دعا کرنا چاہیئے۔

۴۔ مزید لکھا ہے "نماز کے بعد اصل روح دعا ہی ہے"۔ (ص ۱۴)

لہٰذا جنازہ کے بعد اس روح کو کیوں حاصل نہیں کیا جاتا۔ وہابی حضرات جنازہ کو بے روح ہونے سے کیوں نہیں بچاتے؟

۵۔ مولوی عبدالحمید صدر مدرس جامعہ محمّدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ نے لکھا ہے:

"قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" قال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سید خلون فی جھنم د اخرین "

تمہارے رب کا ارشاد ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا جو لوگ

میری عبادت (مجھے پکارنے سے) تکبّر کرتے ہیں، جہنم میں ذلیل وخوار ہو کر داخل ہوں گے۔ اسی آیت کی تفسیر حدیث میں اس طرح آتی ہے۔ **اذا لم یسئل یغضب** جب اللہ تعالیٰ سے نہ مانگا جائے تو وہ ناراض ہوتا ہے...... اللہ تعالیٰ سے مانگنا اور اس کے سامنے ہاتھ پھیلانا مستحسن عمل ہے۔ چاہے اجتماعی ہو یا انفرادی (الدعا ص۹)

جب ہر وقت اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا مستحسن ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے تو غیر مقلدوں کے پاس کون سی ایسی دلیل ہے کہ جنازے کے بعد دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔

۶۔ عبدالرحمٰن عثمانی اینڈ پارٹی کا مؤقف ہے:

''مزدوری (اُجرت) کام ختم کر کے ہی لی جاتی ہے...... نہ مانگنے والے کا اپنا نصیب' اپنی قسمت'' (دعا کی اہمیت ص۷۶)

بتایا جائے نمازِ جنازہ کا کام ختم کر کے مزدوری کیوں نہیں مانگی جاتی' کیا غیر مقلدین کو اس کی قبولیّت میں شک ہوتا ہے۔ جو نہ مانگ کر اپنے نصیب کا اظہار کرتے ہیں۔

۷۔ مزید لکھا ہے ''اچھے اور نیک عمل کے اختتام پر بھی دُعا کرنا نہ صرف سُنّت ہے بلکہ عین فطرت اور قابلِ تحسین عمل ہے۔ (ص۳۷)

غیر مقلدین جنازے کے بعد اِس سُنّت، عین فطرت اور قابلِ تحسین عمل کو کیوں نہیں اپناتے؟ کیا جنازہ اچھا اور نیک عمل نہیں؟

ان عبارات سے واضح ہے کہ جنازہ کے بعد دعا مانگنا جائز اور درست ہے اور مخالفین کا واویلا محض غلط اور بے بنیاد ہے۔

○...... میت کیلئے ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا بھی جائز ہے۔ (راہِ سُنّت ص ۲۷۸)

O...... کسی مسلمان کی وفات کے بعد اس کے عزیز واقارب اور دوست واحباب اس کو جو بہترین تحفہ بھیج سکتے ہیں اور اس کے ساتھ جو حُسنِ سلوک کر سکتے ہیں وہ اس کے حق میں دعا کرنا ہے۔ انفرادی طور پر جس وقت بھی کوئی چاہے اس کی وفات کے بعد تازِیست اس کیلئے دعا کرے۔ اس میں کوئی قباحت اور خرابی نہیں ہے اور نصوصِ شرعیہ سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ (راہِ سُنّت ص ۲۰۶)

سرفراز صاحب کا کہنا کہ کسی مسلمان کی وفات کے بعد جب اور جس وقت کوئی چاہے دعا کر سکتا ہے۔ نصوصِ شرعیہ سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ مناسب ہوتا کہ اگر وہ ان نصوصِ شرعیہ کو پیش کر دیتے جن سے ہر وقت انفرادی دعا کا واضح ثبوت تو ہے اور اجتماعی دعا سے روکا گیا ہو۔ ہمارا وجدان یہی ہے کہ اگر وہ ایسے دلائل سپردِ قلم کریں گے تو بفضلہٖ تعالیٰ ان سے جیسے انفرادی دعا ہر وقت میّت کیلئے جائز ثابت ہو گی اجتماعی دعا بھی ضرور پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے گی۔ اگر یہ ثابت نہ ہو تو احکامِ عامہ سے ان کے امورِ خاصہ بھی ثابت نہ ہوں گے (بقول ان کے)...... تو ثابت ہوا کہ میّت کیلئے دعا انفرادی اور اجتماعی ہر وقت جائز ہے اور نمازِ جنازہ کے بعد کا وقت بھی اس میں شامل ہے۔

O...... گکھڑوی صاحب نے اپنے عدم تفکّر، قلّتِ مطالعہ اور شریعت سے ناواقفی کا ثبوت دیتے ہوئے لکھا ہے "بصورت اجتماع میّت کیلئے دعا کرنے کا ثبوت صرف نماز جنازہ کی صورت میں اور قبر پر تلقین شرعی کی شکل میں ہے"۔ (ص ۲۰۶)

حالانکہ میّت کی وفات کے بعد دوسرے یا تیسرے دن بھی اجتماعی دعا مسنون ہے۔ ملاحظہ ہو! (مسلم ۲/ ۶۸) اور دفن سے قبل اور اس کے علاوہ بھی۔ (بخاری ۱/ ۵۲، ۱/ ۱۴)

O...... مزید فرماتے ہیں "میّت کیلئے مُطلق دعا سے، مل کر اجتماعی شکل میں یا نماز

جنازہ کے متصل بعد دعا ثابت کرنا، افسوس ناک مغالطہ یا قلت تدبّر کا حیرت ناک مظاہرہ ہے۔ احکامِ عامہ سے امورِ خاصہ کا اثبات درست نہیں ہے بلکہ یہ ایک عیارانہ مغالطہ ہے۔ (راہ سنت ص ۲۰۶)

سرفراز صاحب کا یہ قانون واقعتہً افسوسناک مغالطہ، قلت تدبر کا حیرت ناک مظاہرہ اور عیارانہ دھوکہ ہونے کے ساتھ شاطرانہ وغیر دانشمندانہ اقدام بھی ہے اور اپنے منہ پر زناٹے دار تھپڑ بھی۔ جس سے ان کے بزرگ بھی نہیں بچ سکتے۔ جس کا اشارۃً بیان یہ ہے کہ

(۱) خود سرفراز صاحب اپنی تصانیف میں اور خصوصاً اسی ''راہِ سُنّت'' میں اور مزے کی بات یہ کہ اسی مضمون (دعا بعد نمازِ جنازہ) میں بھی احکامِ عامہ سے امورِ خاصہ ثابت کئے ہیں۔ سر دست صرف تین ثبوت ملاحظہ کیجئے۔

O...... لکھتے ہیں ''نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا درست نہیں ہے''۔ (ص ۲۱۹)

اب کون سی خصوصی شرعی دلیل وحکم سے اس کا درست نہ ہونا ثابت ہے۔ ہمت ہے تو پیش کریں۔ ورنہ دلیل عام سے امر خاص کا رڈ کیوں کرتے ہیں؟

O...... ص ۸۷ پر عموی حکم سے علمِ غیب، حاضر و ناظر اور مُختارِ کُل وغیرہ امورِ خاصہ کو بدعت ثابت کرنے کا مکروہ دھندا کیا ہے۔

O...... تنقید متین ص ۵۸ پر لکھا ہے ''تیجہ اور چالیسواں وغیرہ بدعت مکروہ اور مذموم حرکتیں ہیں''۔ بتایا جائے ان امورِ خاصہ کے بدعت مکروہ اور مذموم حرکت ہونے پر کون سی خصوصی نَص وارد ہے؟

(۲) یہ عیارانہ دھوکے اور مکارانہ چالیں اکابر دیوبند نے بھی چلی ہیں۔ ملاحظہ ہو!

تھانوی جی لکھتے ہیں ''بعد نماز عیدین کے (یا بعد خطبہ کے) دعا مانگنا' گو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں مگر چونکہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لئے بعد نمازِ عیدین بھی دُعا مانگنا مسنون ہوگا''۔ (بہشتی زیور ص ۸۵ گیارھواں حصّہ)

دیکھئے تھانوی صاحب نے حکمِ عام سے امرِ خاص ثابت کر کے ''افسوسناک مغالطہ'' قلّتِ تدبّر کا حیرت ناک مظاہرہ اور ایک عیارانہ مغالطہ دیا ہے یا نہیں؟ تھانوی صاحب کا یہ بیان گکھڑوی صاحب اور ان کے حواریوں کیلئے تازیانۂ عبرت بھی ہے اور ان کے ''راہِ سنّت'' میں قائم کردہ خُود ساختہ معیارِ بدعت کے بخیے ادھیڑنے کیلئے بھی کافی وشافی ہے۔

(۳) فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۲۲۵ جلد ۵ نے تو کسر ہی نکال دی۔ لکھا ہے ''عیدین کی نمازوں کے بعد مثل دیگر نمازوں کے دعا مانگنا مستحب ہے۔ ہمارے اکابر کا یہی معمول رہا ہے''۔

فتوے کے یہ جملے بھی قابلِ غور ہیں:

''خُطبہ کے بعد دعا مانگنے کا استحباب کسی روایت سے ثابت نہیں اور عیدین کی نماز کے بعد دعا کرنے کا استحباب انہی حدیثوں اور روایات سے ثابت ہوتا ہے' جن میں عموماً نمازوں کے بعد دعا مانگنا ثابت ووارد ہے۔ (ایضاً)

اب سیدھی سی بات ہے کہ خطبہ وعیدین کی دُعا نہ قرآن وسُنّت سے ثابت ہے' نہ صحابہ کا معمول اور نہ ہی خیر القرون میں موجود' چونکہ دیوبندی صنادید اس پر عامل ہیں' لہٰذا یہ کسی ثبوت کے بغیر مسنون اور مستحب ہے اور اس کو مسنون اور مستحب ثابت کرنے

کیلئے وہ ساری روایتیں اور حدیثیں ہیں جن میں عموماً دعا مانگنا وارد ہوا ہے اور جنازہ کے بعد دعا مانگنے پر آثار و شواہد بھی ہوں لیکن وہ محض اس لئے غیر مسنون' بدعت اور ناجائز ہے کہ اس پر اہلسنّت کا عمل ہے۔ لہٰذا اس کیلئے احکامِ عامہ بھی مثبت نہیں ہو سکتے۔ اب سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ احکامِ عامہ سے امورِ خاصہ ثابت کرنا اگر عیارانہ دھوکہ ہے تو مان لیا جائے کہ دیوبندی اکابر و اصاغر عیّار' مکّار اور بدعت کے طرفدار ہیں، ورنہ تسلیم کر لیا جائے کہ اگر عمومی دلائل سے دعا بعد عیدین مسنون و مستحب ہے تو دعا بعد جنازہ بھی جائز ہے۔

O ...... سرفراز صاحب لکھتے ہیں ''اکابرین علماء احناف جنازہ کے بعد کی دعا کو مکروہ بھی کہتے ہیں اور اس سے محض اس لئے منع کرتے ہیں کہ یہ امر مسنون پر زیادتی ہے''۔ الخ۔ (راہ سنت ص ۲۰۹)

اگر بعد جنازہ دعا امر مسنون پر زیادتی ہونے کی وجہ سے مکروہ اور ممنوع ہے تو بعد عیدین و خطبہ دعا کیا امر مسنون پر اضافہ و زیادتی نہیں؟ آپ کے اکابر نے اسے مسنون و مستحب کیسے کہہ دیا؟۔ اگر وہ زیادتی و اضافہ بھی ہو لیکن مسنون و مستحب بھی ہو تو دعا بعد جنازہ کے ممنوع و مکروہ ہونے پر کون سی قرآن و حدیث کی نص ہے؟

اور یاد رہے کہ آپ کے ع ...... بول کہ لب آزاد ہیں تیرے

دلبند مولوی امین اکاڑوی نے امر مسنون پر اضافہ و زیادتی کو درست قرار دیا ہے۔ (مجموعہ رسائل ص ۲۸۰، مطبوعہ نعمان اکیڈمی گوجرانوالہ)

ایسے ہی مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی امر مسنون پر زیادتی کو جائز قرار دیا ہے۔ (بوادر النوادر ص ۶۲۳)

رلہٰذا اپنے مَن پسند اضافوں کو درست قرار دینے والو! اس اضافہ کو بھی قبول کرلو اس سے کسی شرعی قانون کی مخالفت نہیں ہوتی اور اگر اجتماعی دعا سے اضافہ و زیادتی ہو جاتی ہے تو یہ جرم تو انفرادی دعا سے بھی لازم آتا ہے۔ تم نے انفرادی دعا کو کیوں جائز قرار دیا ہے؟ اگر وہ جائز تو یہ ناجائز کیوں؟......

۲۔ تبلیغی جماعت جو دیوبندی مَسلک کی مبلّغ جماعت ہے اس کو اس کے بزرگوں کی طرف سے "کام کرنے کا طریقہ" یہ بتایا گیا ہے کہ "جب اس جگہ پہنچیں جہاں تبلیغ کرنی ہے تو پھر سب مل کر حق تعالیٰ سے دعا مانگیں"۔ (فضائل اعمال ص ۲۳۷، مطبوعہ کتب خانہ فیضی لاہور، رسالہ مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج ص ۲۳)

سوال یہ ہے کہ کیا ایسے موقع پر یہ دُعا فرض، سُنّت یا مباح ہے؟ قرآن و حدیث میں اس کی تصریح ہے؟ خیر القرون میں ایسا ہوا ہے؟ کیا یہ اجتماعی دعا دین میں اضافہ نہیں؟ جنازے کے بعد تو دعا فرداً فرداً مانگنی چاہیئے۔ آخر اس اجتماعی دعا پر کون سی نص موجود ہے؟ اور دعائے جنازہ قبول کیوں نہیں؟......

ع...... کچھ تو کہیئے کہ لوگ کہتے ہیں

۳۔ مولوی اللہ بخش نے "تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ" کے نام سے اس دعا کا رد لکھنے کی ناکام کوشش کی، جس پر اسے اس کے اکابر کی آشیر باد بھی حاصل ہے لیکن اسی کتاب میں متعدّد مولویوں نے کئی دعائیں کی ہیں مثلاً: خود مولوی مذکور نے لکھا "اللہ تعالیٰ اس کا اجر جزیل تمام اُمۃ مُسلمہ کو بالخصوص والدین و برادرِ کبیر اور دیگر رشتہ داروں کو پہنچائے۔ آمین (ص ۵)

○...... مزید لکھا "دعا ہے اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو دنیا و آخرت میں کامیاب

فرمائے اور ترقی کے اعلیٰ درجات نصیب فرمائے۔آمین (ص ٦)

○...... قاری حنیف مہتمم جامعہ خیر المدارس نے لکھا ''دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتابچہ کے نفع کو عام وتام فرمائیں''۔آمین (ص ٧)

○...... محمد صدیق مہتمم مدرسہ امدادیہ (مظفر گڑھ) نے لکھا ہے ''دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز مؤلف کی محنت کو قبول فرمائے اور اس تحریر کو برگشتہ اذہان کیلئے نسخۂ ہدایت بنائے'' آمین۔(ص ٨)

○...... مولوی انور اکاڑوی نے لکھا ''اللہ تعالیٰ اس کو عوام کی ہدایت اور مؤلف کی دونوں جہانوں میں سرخروئی کا ذریعہ بنائیں۔

ع ......ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد (ص ١١)

○...... مولوی عبدالقدوس ترمذی نے ص ١٢ پر مؤلف، اپنے لئے اور اپنے والدین کیلئے دعا کی ہے۔

گزارش یہ ہے کہ ان اوقات میں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، تابعین سے ادعیہ منقول ہیں؟ کیا ان کی تصریح قرآن وسنّت میں موجود ہے؟ مولوی انور اکاڑوی نے لکھا ہے ''اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کے بعد دعا مانگی تو اس کے الفاظ دکھائیں مگر الفاظ نہیں دکھا سکے اور نہ دکھا سکیں گے''۔(ص ٩)

کیا اس بھونڈی حرکت سے نماز جنازہ کی دعا ناجائز ثابت ہو جائے گی۔ اگر قانون یہی ہے تو تم عیدین وخطبہ کے بعد، مقامِ تبلیغ، دروس، اجتماعات اور اوپر درج کی گئی دعاؤں کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دکھاؤ ورنہ اپنے جھوٹے منہ سے اتنی بڑی بات نہ نکالو کہ جس سے تمام دیوبندی بدعتی اور جہنمی ثابت

ہوں۔ (بشمول تم)...... کیونکہ یہ سودا تمہیں مہنگا پڑے گا......

لہٰذا یا تو اپنی ادعیہ ثابت کرو ورنہ بشرحِ صدر دعا بعد نمازِ جنازہ کو بھی برداشت کرو؟...... کہ قدرت کو یہی منظور ہے......

O...... ''تحقیق الدعا'' کی کُل پارٹی عقل وشعور، فہم وفراست اور سوچ وبچار سے کوسوں دُور ہے۔ ایک طرف وہ کہتے ہیں کہ ''اگر اس کو اپنے مقام پر رکھا جائے تو جھگڑا نہ ہو''۔ (ص ۹۳)

یعنی اگر نماز جنازہ کے بعد دعا کو صرف مستحب اور جائز کہا جائے تو دیوبندیوں کی طرف سے کوئی جھگڑا نہیں۔ حالانکہ حقیقت یہی ہے کہ ہم اسے مستحب اور جائز ہی کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جگہ جگہ یہ دعویٰ کرنے کے باوجود کہ ''اس دعا کو نہ اپنانے والا مطعون ہوتا ہے بلکہ اس کو معتزلی اور کافر تک کہا جاتا ہے''۔ (ص ۹۳، ۹۵) پر کوئی تحریری ثبوت نہ پیش کر سکے اور بنیادی بات بھی یہی ہے کہ دیوبندیوں نے اہلسنت کی طرف منگھڑت نظریات پیش کر کے، کُفر، بدعت اور شرک کے فتوے لگانے شروع کیے تو جواباً انہیں جلی کٹی سُننے کی زحمت اٹھانا پڑی، ورنہ ہماری طرف سے کوئی تشدّد نہیں، سب کچھ انہیں کی طرف سے ہے، اگر وہ آج بھی راہِ اعتدال اور صراطِ مستقیم پر آجائیں تو ہم انہیں قطعاً مطعون نہ کریں گے اور آج تک ہم نے انہیں دعا بعد جنازہ کے ترک پر کافر اور معتزلی نہیں کہا۔ اگر ان میں ہمت ہے تو اپنے دعویٰ کو سچا ثابت کر دکھائیں ورنہ تسلیم کریں کہ:

ع...... جو کچھ کیا تم نے کیا بے خطا ہوں میں

معلوم ہوا اس پارٹی نے محض اپنا تعارف کرانے کیلئے ''اوٹ پٹانگ'' کا کرتب دکھایا ہے

ورنہ ان کا موقف یہی ہے کہ اگر دعا بعد نمازِ جنازہ کو مستحب اور جائز سمجھ کر ادا کیا جائے تو کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ ہماری طرف سے تو وہ پُراطمینان رہیں ہم اسے اسی مقام پر رکھتے ہیں۔ خدا کرے کہ وہ آج کے بعد اس مسئلہ پر جھگڑے سے توبہ کر لیں۔ (ھداھم اللّٰہ)

۴۔ مولوی کفایت اللہ دہلوی کے رسالہ خیر الصلوٰۃ کے صفحہ ۶۳ پر مولوی خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری نے لکھا ہے ''دوسری عبارت جو بطور روایت فضلی سے نقل کی ہے جس میں لا باس بہ مذکور ہے وہ مشیر بجواز ہے''۔

یعنی امام فضلی کا لا باس بہ کہنے کا معنی یہ ہے کہ جنازہ کے بعد دعا مانگنا جائز ہے

۵۔ مسلک دیوبند کے معتبر ترین ''فتاویٰ دارالعلوم دیوبند'' مبوب و مکمل جلد اول ص ۱۴۹ پر ہے: ''فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور بعد دعا کے منہ پر ہاتھ پھیرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ منکر اس کا جاہل اور بے خبر ہے' سُنّت سے' اور تارکِ سنت ہو کر موردِ ملامت و طعن ہے۔ ترمذی شریف میں مروی ہے ''عن ابی امامة قال قیل یا رسول اللہ ای الدعآء اسمع قال جوف اللیل الآخر دبر الصلوٰۃ'' اور حصنِ حصین میں بروایت ترمذی و حاکم نقل کیا ہے۔ وبسط الیدین اور صحاح ستہ کی روایت سے نقل کیا ہے و رفعھما پس مجموعہ ان احادیث صحیحہ سے ہر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور اس کا سنت ہونا ثابت ہوا۔''

قارئین! ان روایات سے جہاں ہر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ثابت ہوتا ہے، وہاں نماز جنازہ کے بعد بھی دعا مانگنا سُنّت ثابت ہوا۔

لہٰذا دیوبندیوں کے سارے شُبہات کا بھی ازالہ ہو گیا کہ احکامِ عامہ سے امورِ خاصہ ثابت نہیں ہوتے' دعا کے تارک کو ملعون نہیں کرنا چاہیئے اس میں بے جا تعصب اور

تشدّد کیا جاتا ہے' کیونکہ یہ سارے امور اس ایک فتویٰ میں موجود ہیں۔لہٰذا اب وہ اہلسنّت بریلوی حضرات کو کوسنا چھوڑ دیں کیونکہ ان کا حقیقی چہرہ نمایاں ہو چکا ہے۔

۶۔ فتاویٰ دارالعلوم دیو بند کلاں ص ۲۲۵ جلد ۵ میں ہے:

عیدین کی نمازوں کے بعد مثل دیگر نمازوں کے دعا مانگنا مستحب ہے' خطبہ کے بعد دعا مانگنے کا استحباب کسی روایت سے ثابت نہیں اور عیدین کی نماز کے بعد دعا کرنے کا استحباب انہی حدیثوں اور روایات سے ثابت ہوتا ہے۔جن میں عموماً نمازوں کے بعد دعا مانگنا ثابت و وارد ہے اور دعا بعد الصلوٰۃ مقبول ہوتی ہے ''حصن حصین'' میں وہ احادیث مذکور ہیں اور ہمارے حضرات اکابر کا یہی معمول رہا ہے۔بندہ کے نزدیک جو علماء عیدین کی نماز کے بعد دعا مانگنے کو بدعت یا غیر ثابت فرماتے ہیں' وہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ عموماً نمازوں کے بعد دعا کا استحباب ثابت ہے پھر عیدین کی نمازوں کا استثناء کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔الخ......''

اس عبارت کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد مثل دیگر نمازوں کے دعا مانگنا مستحب ہے۔اس کا استحباب انہی حدیثوں سے ثابت ہے جن میں عموماً نمازوں کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے۔نماز کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے۔ہمارے اکابر کا یہی معمول ہے۔ہمارے نزدیک جو علمائے نجد و دیو بند اسے بدعت اور غیر ثابت کہتے ہیں وہ محض اپنی دکان چمکانے اور مسلک بچانے کی خاطر ہے۔ان کے پاس اس کے ناجائز ہونے پر قرآن و حدیث کی کوئی تصریح نہیں ہے۔نمازوں کے بعد دُعا کا استحباب ثابت ہے پھر نمازِ جنازہ کا استثناء کرنے کی کوئی شرعی وجہ نہیں ہے۔اس کا انکار محض سینہ زوری اور شریعت سازی ہے۔

۷ تا ۱۰: اسی کی مثل فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۲۹ جلد ا مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند' فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۰۱ جلد ا، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی نمبر ا، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۳۵ جلد ا، مطبوعہ دیوبند' بہشتی زیور ص ۸۵ گیارھواں حصہ' عیدین کی نماز کا بیان' مطبوعہ ناظم آباد کراچی پر بھی ہے۔

وہاں بھی احکامِ عامہ سے امورِ خاصہ کے اثبات کے قانون پر عمل کرتے ہوئے عیدین اور خطبہ کے بعد دعا کو مسنون اور مستحب لکھا ہے۔ جس سے واضح ہے کہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے۔ دعا بعد نماز جنازہ بھی اسی میں شامل ہے۔

۱۱۔ ایک بار دارالعلوم دیوبند کے مفتی کے پاس ایک شخص نے نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے جواز پر دلالت کرنے والی عبارات تحریر کر کے ارسال کیں اور دریافت کیا کہ کیا دعا بعد نماز جنازہ جائز ہے یا ناجائز؟ تو مفتی دیوبند نے ان عبارات کا کوئی انکار ورد نہیں کیا بلکہ ان کو برقرار رکھا اور ''السکوت فی معرض البیان بیان '' کا قانون اپنا کر ان کی تائید وتصدیق کر دی اور آخر میں لکھ دیا کہ ''امور مستحبہ ومباحہ اصرار والتزام سے بدعت ہو جاتے ہیں'' آگے ملا علی قاری کی وہ عبارت درج کر ڈالی جس میں کسی مستحب کو لازم بنانے کے بدعت ہونے کا بیان تھا۔ ملاحظہ ہو:

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد پنجم، ششم ص ۱۸۷، ۱۸۸، مطبوعہ دیوبند۔

اسی فتویٰ کا کچھ حصہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد اوّل، ص ۳۳۷ مطبوعہ کراچی پر بھی ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ جنازہ کے بعد دعا مانگنا مستحب اور مباح ہے۔ ہاں اسے لازم سمجھ کر عمل کرنا بدعت ہے اور الحمدللہ اہلسنّت اسے لازم قرار نہیں دیتے۔

لہٰذا دیوبندی علماء کو چاہیئے کہ وہ اس مستحب ومباح فعل سے بالکل اعراض و

روگردانی نہ کریں، کم از کم کبھی کبھار تو اس پر عمل کر ہی لیا کریں۔

۱۲۔ دیوبندیوں کا کہنا ہے کہ دعا بعد نمازِ جنازہ غیر مسنون ہے جبکہ ان کے ثانیٔ ابنِ حجر مولوی انور شاہ کشمیری اس پر کدال چلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سنت کی مخالفت کرتے ہوئے، کسی غیر مسنون وقت میں بھی کوئی نیکی کر رہا ہو تو بھی اسے روکا نہ جائے۔ الفاظ یہ ہیں" لایمنع منه لما مران العبادات مما یتعسر النهی عنها (فیض الباری ص ۲/۳۱۴)

اس کام سے نہ روکا جائے کیونکہ یہ گزر چکا ہے کہ عبادت کے کاموں سے روکنا مشکل ہے۔ اب کم از کم دیوبندیوں کو اپنے اس "استاذ" کی بات پر ہی عمل کر لینا چاہیے۔ وہ کہتا ہے اگر ذکر، دعا اور عبادت خلافِ سنت بھی ہو تو بھی نہ روکو...... لیکن انہوں نے دعا بعد جنازہ جو کہ خلافِ سُنّت بھی نہیں اس سے روکنے کیلئے لنگوٹ کس لئے ہیں اور جسے انور صاحب نے مشکل کہا۔ ظلم لوگوں نے اسے آسان کر دیا اور عبادت کے کام تو الگ رہے وہ دعا جسے عبادت کا مغز اور اس کی روح قرار دیا ہے لٹھ لئے اس سے روک رہے ہیں۔

۱۳۔ ابوالمظفر ظفر احمد قادری دیوبندی کی کتاب "مخزن فضائل و مسائل" جس کے متعلق وہ لکھتے ہیں "اس کتاب کو ملک بھر کے مقتدر علماء کرام اور مفتیان عظام، ہندوستان اور مدینہ منورہ کے علماء کرام نے بہت پسند فرمایا اور دعاؤں کے علاوہ تقاریظ بھی تحریر فرمائیں اور حوصلہ افزائی کی جن میں حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدفیوضہم بھی شامل ہیں۔ (ص ۷)

چنانچہ اس کتاب پر مشہور دیوبندی علماء، مولوی محمد زکریا سہارنپوری، مولوی

حامد میاں، شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور، مولوی عبید اللہ انور جانشین احمد علی لاہوری، مولوی محمد مالک کاندھلوی، مولوی محمد عبداللہ، شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال، مفتی عبد اللہ ملتانی کی زبردست تائید وتقریظ ہے۔ (ص ۸ تا ۱۰) اور ہندو پاک کے دیوبندی جرائد کے تبصرے بھی۔ (ص ۱۱، ۱۲)

ظفر احمد نے لکھا ہے "بعد نماز (جنازہ) کے اسی طرح اسی جگہ دعا کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ صفیں توڑ کر الگ ہٹ جائے پھر جتنا چاہے دعا کرے"۔

(مخزن فضائل ومسائل، حصہ اوّل، ص ۱۹)

اہلسنت و جماعت کا بھی یہی معمول ہے کہ اسی جگہ دعا نہیں کرتے، صفیں توڑ کر دعا کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ درست ہے۔

۱۴۔ دیوبندی مسلک کے مرکزی مفتی مولوی کفایت اللہ دہلوی لکھتے ہیں:

"اگر لوگ نماز جنازہ کے بعد جمع ہو کر اور اہتمام کر کے دعا نہ کریں بلکہ صفیں توڑ کر علیحدہ ہو جائیں اور اپنے اپنے طور پر ہر شخص تنہا تنہا دعا کرے تو اس میں کسی طور سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ (دلیل الخیرات فی ترک المنکرات مع خیر الصلات فی حکم الدعاء للاموات ص ۳۳)

معلوم ہوا جنازہ کے بعد دعا مانگنا جائز اور درست ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ اگر علیحدہ علیحدہ مانگی جائے تو اس میں دیوبندیوں کو بھی کوئی اعتراض نہیں۔ (گو دیوبندی حضرات فقہاء کی جو عبارات پیش کرتے ہیں۔ ان کی زد میں یہ دعا بھی آتی ہے چونکہ ان میں مطلقاً دعا سے منع ثابت کیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے بریلوی حضرات کو حنفیت سے خارج قرار دینے والے یا جعلی حنفی کہنے والے دیوبندیوں کو آئینہ میں اپنی صورت ضرور

دیکھنی چاہیئے۔ شاید ہمیں طعنہ دیتے ہوئے انہیں کچھ شرم آجائے)

کیونکہ اس طرح انہیں نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ نہیں ہوتا۔ اب اگر دعا کے منع ہونے میں زیادتی کا شبہ ہونا ہی بنیادی علت ہے تو گذارش یہ ہے کہ دیوبندی فہم و شعور کا ہمارے ہاں کوئی علاج نہیں، لیکن اہلسنّت و جماعت نماز سے فراغت پا کر، صفیں توڑ کر جب اجتماعی دعا مانگتے ہیں، اس وقت شبہ کیا ہر عقلمند اور دانشور یقین کر لیتا ہے کہ نماز جنازہ ہو چکی ہے اب دعا ہو رہی ہے۔ لہذا زیادتی کے شبہ کو علت بنا کر اس جائز اور مستحب کام ہی کا انکار کر دینا یہ صرف دیوبندیوں کے دل گردے کا ہی کام ہو سکتا ہے۔

O...... یہی دہلوی صاحب لکھتے ہیں "جب اس کا انتقال ہو جائے تو اس کیلئے مغفرت کی دعا کرے۔ اس کے بعد جنازے کی نماز پڑھے۔ اس کے بعد دفن تک اور پھر اپنی زندگی تک میّت کیلئے دعا کرتا رہے۔ (خیر الصلوٰۃ فی حکم الدعآء للاموات ص ۱۹)

اس عبارت میں صراحت سے کہہ دیا کہ "جنازے کی نماز پڑھے اس کے بعد دفن تک"، "اس میں دفن تک" اور "جنازے کے بعد" کے جملوں سے نمازِ جنازہ کے متصلاً بعد یا کچھ دیر بعد دونوں صورتوں میں دُعا مانگنے کی واضح اجازت موجود ہے اور ساتھ ہی قانون بتا دیا کہ جنازے سے پہلے کرے، بعد کرے، دفن سے پہلے کرے خواہ ساری زندگی کرتا رہے۔ اس سے مسلک اہلسنّت خوب نکھر کر سامنے آجاتا ہے کہ میّت کیلئے جب ہر وقت دعا جائز ہے تو دیوبندی کوئی نص صریح پیش کریں جس میں جنازے کے بعد منع کیا گیا ہو۔ ورنہ ہٹ دھرمی سے باز رہیں۔

O...... کفایت اللہ دہلوی نے دعا بعد جنازہ سے روکنے کی اصل علّت اُگل ہی دی ہے، لکھتے ہیں "اور نہ کرنے والے کو بُرا بھلا کہنا یہ مکروہ و بدعت ہے"۔ (خیر الصلوٰۃ ص ۱۵)

یعنی ممانعت کی حقیقی وجہ صرف یہ ہے کہ چونکہ دیو بندی اہلسنت کواس دعا کی وجہ سے بدعتی، گمراہ اور جہنمی کہتے ہیں اور جواباً سنی حضرات انہیں بُرا بھلا کہتے ہیں لہٰذا یہ بدعت ہے۔گویا ''اندر کا چور'' پکڑا گیا ہے کہ قرآن وسنّت میں اس دعا کو کسی مقام پر بدعت نہیں کہا گیا اور نہ ہی درحقیقت یہ بدعت ہے۔دیوبندیوں کی طرف سے اسے بدعت کہنے کا فتویٰ محض ذاتی انتقام اور بدلہ ہے۔(شرعی حکم نہیں)......

اب مسئلہ کا حل کرنے کیلئے ہماری طرف سے دیو بندیوں کو گارنٹی ہے کہ وہ اسے بدعت، ناجائز اور حرام وغیرہ کہنا چھوڑ دیں اور کبھی کبھار اس مستحب، مستحسن اور جائز کام پر عمل کر دیا کریں، ہم انہیں اس وجہ سے بُرا بھلا نہیں کہیں گے۔پھر کفریہ عبارات اور دیگر مسائل پر بات ہوگی۔ویسے بھی یہ فروعی اختلاف ہے، ان سے ہمارا اصولی اختلاف ان کے اکابر کی گستاخانہ عبارات پر ہے۔

۱۵۔ دارالعلوم دیوبند کے مفتی عزیز الرحمٰن سے پوچھا گیا اور انہوں نے جواب دیا:
سوال (۳۱۳۴) بعد نماز جنازہ قبل دفن چند مصلیّوں کا ایصالِ ثواب کیلئے سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا اور امام جنازہ یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر مختصر دعا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟
الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں لیکن اس کو رسم بنا لینا اور التزام کرنا مثل واجبات کے اس کو بدعت بنا دے گا۔(مکمل ومدلّل فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۳۴، جلد ۵، مرتب ظفر الدین، مکتبہ حقانیہ ملتان۔پاکستان)

دیوبندی مفتی نے پہلے شرعی حکم کہ ''اس میں کچھ حرج نہیں'' بیان کیا اور بعد میں دیوبندی مسلک کی ''ناک'' رکھنے کیلئے بدعت بھی کہہ دیا اور اس پر دلیل یہ دی کہ اسے

واجب کی طرح لازم سمجھنا بدعت ہے۔ حالانکہ محض کسی چیز پر دائمی عمل کرنا اور بات ہے اور اسے لازم اور واجب سمجھنا اور بات ...... لازم اور واجب سمجھ کر ایک بار بھی کرنا غلط اور مستحب سمجھ کر ہمیشہ اختیار کرنے میں کوئی حرج اور رکاوٹ نہیں ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ ہم اسے لازم اور واجب نہیں جانتے صرف مستحب و جائز کہتے ہیں۔

دیوبندی اوپر لکھے گئے اپنے اس فتوے کے مختلف جواب گھڑتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ اس میں جنازے کے فوراً بعد کا ذکر نہیں۔ ہم کہتے ہیں اس میں اس کی نفی بھی نہیں۔ پھر کہتے ہیں اس میں صرف ''حرج نہیں'' کہا ہے۔ جائز تو قرار نہیں دیا۔ ہم کہتے ہیں اس جملہ ''حرج نہیں'' سے آپ کے خلیل احمد نے واضح کیا ہے کہ اس سے جواز کا اشارہ ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (خیر الصلوٰۃ ص ۶۳، از کفایت اللہ دہلوی)

لہٰذا دیوبندیوں کے مرکزی اور مستندترین فتاویٰ سے ثابت ہوا کہ جنازے کے بعد اجتماعی دعا میں شرعی طور پر کوئی حرج نہیں۔ صرف دیوبندی دین میں حرج واقع ہوتا ہے۔ لیکن اس کا علاج ہمارے پاس نہیں ہے۔

۱۶۔ عزیز علی شاہ دیوبندی (جس کی تصدیق سرفراز گکھڑوی نے کی ہے) نے لکھا ہے:

''اپنے اپنے دل میں لوگ علیٰحدہ علیٰحدہ دعا مانگیں اس کا ہر وقت اختیار ہے۔

(تحقیق الدعآء ص ۶۳)

اگر علیٰحدہ علیٰحدہ دعا مانگنے کا ہر وقت اختیار دیوبندی شریعت میں ہے تو بتایا جائے محمدی شریعت میں اجتماعی طور پر دعا کرنے کا یہ اختیار کہاں پر چھینا گیا ہے اور اس الگ الگ دعا کے اختیار پر کون سی دلیل ہے، جس سے اجتماعی دعا منع ہو جاتی ہے؟

دیوبندیوں کے فیصلہ کن اقوال وافعال:

سطورذیل میں دیوبندی علماء کی فیصلہ کن تحریریں اور معمولات پیشِ خدمت ہیں

۱۔ دیوبندی مسلک کے معتبر ترین محدّث مولوی انور شاہ کشمیری نے دوٹوک لکھا ہے "نمازِ جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ذکر ہے، جس کا ہمارے سلفی بھائی اور نجدی بھائی انکار کرتے ہیں اور اس کو بدعت کہتے ہیں۔ اسی لئے حرمین اور ساری قلمرو نجد وحجاز میں نمازوں کے بعد اجتماعی دعا موقوف ہوگئی ہے۔ بھلا جس امر کا ثبوت خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا ہے وہ بھی کبھی بدعت ہوسکتی ہے یہ بھی بے جا تشدّد نہیں تو اور کیا ہے؟

(انوار الباری ص ۳۸۲، جلد ۱۹)

یہ عبارت اپنی صراحت کی وجہ سے کسی تبصرے کی محتاج نہیں لیکن ذرا آسان فہم بنانے کی خاطر اس سے حاصل ہونے والے مسائل درج ذیل ہیں۔

- نمازِ جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ذکر ہے۔
- اس کا انکار نجدی لوگ کرتے ہیں۔ دیوبندی سوچیں کہ وہ کون ہیں؟
- اس کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔
- یہ بدعت نہیں ہوسکتی۔
- اسے بدعت کہنا بے جا تشدّد اور سختی ہے۔

لہٰذا دیوبندیوں کو چاہیئے کہ اس مسنون عمل کو اپنائیں، نجدیوں سے خود کو بچائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کو بدعت کہہ کر دین میں رخنہ اندازی، سینہ زوری اور مَن مانی کر کے الحاد و بے دینی کا شکار نہ ہوں۔

اگر انہیں کسی بات پر اعتراض ہے تو ہم پر نہیں بلکہ اپنے ثانی ابن حجر مولوی انور شاہ پر یا انوار الباری کے مرتب جنہیں وہ افضل العلماء الراسخین، عمدۃ المصنفین اور سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیو بند کہتے ہیں (عمدۃ الاثاث ص ۵، از سرفراز گکھڑوی) اس پر کریں۔ یہ معاملہ ان کے گھر کا ہے۔ وہ جانیں اور ان کا کام......

۲۔ دیو بندی مسلک کے سرگرم رکن اور معتمد علیہ مولوی فضل الرحمٰن (رکن متحدہ مجلس عمل) نے ملک قاسم جیسے سیاسی لیڈر کی نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگی تھی۔

ملاحظہ ہو! روزنامہ پاکستان لاہور، جمعرات ۵ جمادی الاوّل ۱۴۱۷ھ، ۱۹ ستمبر ۱۹۹۶ء کی اشاعت میں باتصویر نمایاں طور پر موجود ہے کہ "مولانا فضل الرحمٰن ملک قاسم کی نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگ رہے ہیں"۔

بتایا جائے ملک قاسم جیسے لیڈروں کی نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا جائز ہے تو عاشقانِ رسول سُنیوں کیلئے دعا کس نَص سے مکروہ، بدعت اور ناجائز ہے؟ آخر یہ دوغلہ پالیسی کس بات کی غماز ہے؟......

۳۔ ایسے ہی مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو ایک فضائی حادثہ میں جنرل ضیاء الحق اور ان کے ساتھی ہلاک ہوئے تو ان کی نمازِ جنازہ میں دیو بندی اور غیر مقلد علماء نمایاں طور پر شریک تھے۔

نمازِ جنازہ کے بعد ان (بزعم خود) اسلام کے مخلص مبلغوں نے دعا مانگی بالخصوص مولوی عبد المالک کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور اور مولوی عبد القادر آزاد (سابق خطیب شاہی مسجد لاہور) نے تو بڑے لمبے لمبے ہاتھ کر کے بڑی رغبت کے ساتھ دعا مانگی۔ جو کہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، کیونکہ اس منظر کو پاکستان اور دیگر ممالک

کے کروڑوں لوگوں نے ٹی وی پر دیکھا اور اخبارات میں پڑھا۔

اس وقت تو یوں لگ رہا تھا کہ یہ دُعا نہ صرف جائز، سُنّت بلکہ فرض ہے، جیسے دیوبندی مولویوں پہ وحی اُتری ہو کہ ضیاء الحق کی مغفرت و بخشش تمہاری دُعا سے مشروط ہے۔

بتایا جائے یہ عملی تضاد اور فعلی منافقت کس وجہ سے ہے؟

۴۔ دیوبندی حیاتی گروپ کے اکرم اعوان صاحب طریقت اور تصوّف کے امام سمجھے جاتے ہیں، ذرا ان کی دورنگی چال اور متضاد حال ملاحظہ ہو۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے گویائی فرماتے ہیں:

سوال: بعض جگہ بعد نمازِ جنازہ صفیں توڑ کر تین تین بار سورۃ فاتحہ، اخلاص پڑھتے ہیں؟

جواب: ارے ہم تو کہتے ہیں لوگ جنازہ نہیں پڑھتے، کہیں پڑھتے تو ہیں نا! یہ بھی شکر کرو، یہ ایک متبادل صورت علماء نے دی تھی کہ جنازے کے بعد لوگوں نے بنالیا دین کا حصّہ کہ جنازے کے بعد دُعا کی جائے تو وہ آدمی مسلمان ہے۔ جنازے کے بعد دُعا نہیں مانگتا وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ اگر تو یہ اس بات پر ہی رہتا ہے کہ چلو دُعا ہی مانگ لی کوئی حرج نہیں تو بھی خیر تھی، اسے ضروری بنالیا۔ علماء نے یہ ایک حل نکالا تھا کہ چلو کم از کم صفیں توڑ دو...... ہم تو کبھی آرام سے نکل آتے ہیں، کبھی مانگتے ہیں، کبھی نہیں مانگتے، جیسی صورتحال ہو گزارا کرتے ہیں اور اب تو میرے پاس فرصت نہیں ہوتی جنازوں میں جانے کیلئے، بچے ہو آتے ہیں، پتہ نہیں مانگتے ہیں، نہیں مانگتے۔ وہ جانیں اور ان کا کام۔

(ماہنامہ المرشد لاہور، نومبر ۱۹۹۴ء، ص ۴۵، ۴۶)

دیوبندیوں کے اس ''بزرگ'' اور ''صوفی'' کے اس عمل پر آفرین کرنے کو جی

چاہتا ہے۔ بہر حال اسی طویل اقتباس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ:

- ...... شریعت میں دُعا بعد نمازِ جنازہ اِتنا سنگین مسئلہ نہیں جتنا کہ دِیوبندیوں نے باور کرا رکھا ہے۔ یہ ان کے محض ذاتی فتوے ہیں۔
- ...... جنازے کے بعد دعا مانگنے پر خدا کا شکر کرنا چاہیئے۔
- ...... اگر کسی کا یہ مؤقف ہے کہ جنازے کے بعد دعا بھی مانگنی ہے اس میں کوئی حرج اور گناہ نہیں تو بہتر ہے۔
- ...... علماء کا یہ حل صحیح ہے کہ جنازے کے بعد صفیں توڑ کر دعا مانگا کرو۔
- ...... اسے ضروری نہیں قرار دینا چاہیئے اور نہ ہی کفر و اسلام کا مسئلہ بنانا چاہیئے۔

خدا کا شکر ہے کہ اہلسنّت و جماعت نہ تو دُعا بعد نمازِ جنازہ کو کفر و اسلام کا مسئلہ بناتے ہیں اور نہ ہی ضروری قرار دیتے ہیں کہ اس کے بغیر جنازہ ہی نہ ہوا۔ ہم محض اسے مستحب اور جائز سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہیں اور وہ بھی صفیں توڑ کر، تا کہ دیوبندیوں کو نمازِ جنازہ میں زیادتی کا بھی شُبہ نہ ہو۔ جس سے واضح ہے کہ ہمارا یہ عمل دیوبندیوں کے فتوؤں اور ان کے معمول سے جائز، درست، مستحب اور مسنون ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

باقی دیوبندیوں کی باسی کڑی میں ابال آنے کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔

تھانوی صاحب کا فیصلہ کُن ضابطہ:

بحث کو فیصلہ کن موڑ پر لاتے ہوئے ہم آخر میں تمام دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کا ذکر کیا ہوا ضابطہ اور قانون بیان کر دینا چاہتے ہیں تا کہ ممکن ہے کہ کسی مُنصف مزاج دیوبندی کیلئے ہدایت کا سبب بن جائے۔ صورتحال یہ ہے کہ تھانوی صاحب

کے ایک مرید بے دید نے ان پر اعتراض کیا کہ وہ اپنے مریدوں کو جو ادعیہ، اَوراد وظائف بتاتے ہیں وہ درست نہیں اور نہ ہی ان کا کوئی ثبوت ہے؟ تھانوی صاحب نے اس کے جواب میں ایک طویل مضمون لکھا جس کے یہ جملے فیصلہ کُن ہیں' لکھتے ہیں:

''کیا معترض صاحب ہر دعا کیلئے نقل کو شرط کہیں گے؟...... دعا وذکر کیلئے ثبوت ونقل واجازت کی ضرورت ہی نہیں...... ہر دعا کیلئے علیحدہ ثبوت کی ضرورت ہی نہیں۔

(بوادر النوادر ص ۶۲۳، طبع دیوبند)

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے یہ قانون بیان فرمایا ہے کہ ہر دعا کیلئے ثبوت ضروری نہیں، بغیر ثبوت ونقل اور اجازت کے بھی دعا کرنا جائز اور درست ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک عیدین کے بعد' خطبہ کے بعد' تبلیغ کے مقام پر' دروس اور اجتماعات میں اور دیگر متعدّد مقامات پر دعا کرنا جائز، درست بلکہ سُنّت ہے' حالانکہ ان کا ثبوت اور نقل نہیں ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر بفرضِ محال (دیوبندیوں کے بقول) نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنے پر کوئی آیت، کوئی حدیث اور روایت' صحابہ وتابعین کا کوئی عمل اور خیر القرون کا کوئی ثبوت نہ بھی ہو تو پھر بھی وہ بدعت اور ناجائز نہیں، بلکہ جائز، درست، مستحب، مستحسن اور سنت ہے۔

؎ وہ باتیں ان کی نگاہیں بتا دیتی ہیں
جنہیں وہ اپنی زباں سے ادا نہیں کرتے

دیوبندیوں کی کچھ لایعنی باتیں:

دیوبندی حضرات محض خُوش فہمی کی بناء پر دریں مسئلہ بعض لایعنی اور بے ہودہ

باتیں کر جاتے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ دعا بعد نماز جنازہ سے فقہاء احناف نے روکا ہے۔

۲۔ اس دعا کے متعلق سب سے پہلے مولانا احمد رضا خاں نے ''بذل الجوائز'' لکھ کر خامہ فرسائی کی ہے۔

۳۔ اس دعا کے الفاظ رسول اللہ سے ثابت نہیں ہیں۔

۴۔ کسی محدّث نے اس کے متعلق باب قائم نہیں کیا۔

۵۔ امام صاحب کا قول دکھائیں کہ انہوں نے اسے جائز قرار دیا ہو

۶۔ آیات و روایات سے استدلال مجتہد کا کام ہے، مقلد نہیں کر سکتا۔

۷۔ کیا صحابہ کرام، ائمہ عظام اور اولیاء فخام نے اس پر عمل کیا ہے اور کون سی دعا مانگی ہے؟

یہ سوالات سراسر جہالت کی پیداوار ہیں جو محض اپنے مذہب کی گرتی ہوئی دیواروں کو ناقص سہارا دینے کیلئے اٹھائے گئے ہیں ورنہ دیوبندی بتائیں کہ اگر:

۱۔ فقہاء نے دعا بعد جنازہ کو بدعت قرار دیا ہے تو تمہارے علماء نے انفرادی دعا کی اجازت دے کر ان سے غداری کیوں کی ہے؟...... اور بعض عبارتوں میں اجتماعی دعا کی اجازت بھی ہے۔ اہلِ ذوق دیوبندی عبارتیں بغور دوبارہ پڑھ لیں اور دیوبندیوں کے تضاد کا نظارہ کر لیں۔

۲۔ اگر اس دعا کے متعلق سب سے پہلے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے خامہ فرسائی کی ہے تو اس میں کون سی شرعی قباحت ہے؟...... کتنے ہی ایسے امور ہیں جو دیوبندیوں کی ایجادات ہیں کیا وہ بھی بدعت، مکروہ اور حرام ہوں گے؟...... اور اعلیٰ حضرت نے جو دلائل دیئے ہیں کیا وہ کُتب سابقہ میں موجود نہیں ہیں؟ اگر بعض دلائل میں وہ متفرد ہیں تو

پھر کیا ہوا" سرفراز گکھڑوی صاحب رقمطراز ہیں کہ دلائل کا تفرد کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں۔ (الشہاب المبین، ص ۱۲۴)

۳۔ کیا دیوبندیوں کی پیش کی گئی دعاؤں کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں؟ کم از کم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عید تو متعدّد بار ادا فرمائی ان کے بعد کون سی دعا فرمائی؟...... اگر دیوبندیوں میں جرأت ہے تو پیش کریں۔

۴۔ کیا دیوبندیوں کی شمار کی گئی دعاؤں بالخصوص عیدین کے بعد، اجتماعات میں، دروس وجلسوں کے بعد اور مقام تبلیغ پر دعا کے ابواب محدثین نے قائم کیے؟

۵۔ کیا ایسی دعائیں امام صاحب کے قول سے ثابت ہیں؟

۶۔ تمہارے علماء نے عیدین اور دیگر نمازوں و پروگراموں کے بعد احکامِ عامہ سے استدلال کرتے ہوئے اثبات کیا، کیا وہ مجتہد ہیں یا غیر مقلد؟

۷۔ صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین، اولیاء کاملین نے عیدین کے بعد کون سی دعا مانگی؟ یا وہ اس پر عمل کرنے سے محروم رہ گئے؟

دیوبندیوں کو ہمارا مشورہ ہے کہ وہ بات کرنے سے قبل اپنے اکابر کے اقوال اور افعال کو ضرور ملاحظہ فرمالیا کریں، تاکہ انہیں ہزیمت اور ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے اور محض ضِد، بُغض اور عَناد سے مستحب، مستحسن اور جائز امور کا انکار نہ کریں اور اگر ان کے نزدیک دعا بعد نماز جنازہ کا دنیا میں کوئی بھی ثبوت نہ ہو تو بھی ان کے تھانوی صاحب کے فتوے کے مطابق اس کا ثابت ہونا شرط نہیں' یہ جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن فرمائے۔ آمین

بجاہ سیّد المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

مکتبۃ المدینۃ المنورہ
مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
0300-6522335